بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلّہ

الحق

ماہنامہ

جمادی الثانی / رجب ۱۴۲۳ھ اگست ستمبر ۲۰۰۲ء

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم ! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمداللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7-01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5-17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk (OR) haqqania@hotmail.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ---------- 37

شمارہ نمبر ---- 11-12

جمادی الثانی، رجب ۱۴۲۳ھ

اگست، ستمبر ۲۰۰۲ء

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: متحدہ مجلس عمل کی تاریخ ساز کامیابی' انتخابات میں مولانا حامد الحق حقانی کی فتح

ماہنامہ الحق کی اشاعت میں تاخیر کی وجوہ	راشد الحق سمیع	۲
برکات رمضان	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ	۷
مساوات مرد و زن	مولانا عتیق الرحمان سنبھلی	۱۵
ازدواجی تعلقات	ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی	۲۱
نعمتیں انعام بھی اور امتحان بھی	شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق	۲۹
جھوٹی شہادت پر وعید اور سزا	ڈاکٹر دلشاد بیگم	۳۷
اب دنیا کس کروٹ بیٹھے گی؟	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری	۴۳
عصر حاضر میں ثمن عرفی کے لئے	مولانا مفتی مختار اللہ حقانی	۴۷
افکار و تاثرات	ادارہ	۵۹
شب و روز	شفیق الدین فاروقی	۶۳
تبصرہ کتب	مولانا محمد ابراہیم فانی' ماہنامہ بینات کراچی' حافظ عرفان الحق	۶۵

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 , 630340 -(0923)

ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

Computer Operator : BABEER HANIF

نقش آغاز راشد الحق سمیع

متحدہ مجلس عمل کی تاریخ ساز کامیابی

عوامل ' چیلنجز ' آزمائشیں ' خدشات اور امیدیں

۱۰ اکتوبر ۲۰۰۲ء کے انتخابات کے نتیجے میں بالآخر ملک کے ابرآلود سیاسی افق سے شکوک وشبہات اور خدشات کے تمام بادل چھٹ گئے اور الیکشن میں پاکستانی قوم نے پہلی مرتبہ اپنی سیاسی شعور اور پختگی و بالغ نظری کا نہ صرف ثبوت دیا بلکہ ملک پر قابض دو روایتی جماعتوں اور علاقائی سیکولر تنظیموں کے مقابلے میں دینی قوتوں کے سیاسی اور پہلے انتخابی پلیٹ فارم پر اپنے بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔ ملک بھر اور خصوصاً اسلام آباد جیسے شہر سے بھی اسے بھرپور عوامی مینڈیٹ ملا اور خصوصی طور پر صوبہ سرحد و بلوچستان کے عوام نے تو ایک نئی انتخابی تاریخ رقم کی۔ پاکستانی قوم نے ان انتخابات کے ذریعے صدر پرویز مشرف' امریکہ اور عالم کفر کے اس مغالطے کو غلط ثابت کیا کہ پاکستان میں دین و مذہب' مشرقی اقدار اور روایات سے وابستہ افراد کی تعداد دو فیصد اور حقیر نہیں بلکہ یہی حقیقی اور اکثریتی لوگ ہیں۔ اور انہوں نے یہ بھی ثابت کرایا کہ یہ ملک سیکولرازم کے لئے معرض وجود میں نہیں لایا گیا ہے جس طرح کہ پاکستان میں کمیونزم' سوشلزم اور دوسرے تمام ازموں کا تجربہ ناکام ہوا ہے اسی طرح مغربی کلچر اور طرز حکومت کی بھی ہمارے ملک میں کوئی گنجائش نہیں' نیز پاکستانی قوم نے مشرف حکومت کی امریکہ نوازی اور غلامی و کاسہ لیسی پر مبنی ذلت آمیز پالیسی کو بھی پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور اپنے ووٹ کی طاقت سے امریکی اڈوں اور اس کے تسلط کے خلاف اپنی بھرپور رائے کا اظہار کیا۔ اس طرح افغانستان میں جو کچھ امریکہ اور مشرف حکومت نے کیا۔ یہ انتخابات اس کا بھی ایک شدید ترین ردعمل کے طور پر سامنے آئے۔ اس طرح پاکستانی قوم نے اس مرتبہ مذہبی جماعتوں کو ووٹ اس بنا پر بھی دیئے کہ علماء کا باہمی اتحاد ان کا دیرینہ مطالبہ تھا جو کہ بحمدللہ پورا کیا گیا۔ نیز طالبان اور عرب مجاہدوں کی لازوال قربانیوں کے طفیل بھی انتخابات میں عوام نے دینی جماعتوں کے لئے نرم گوشہ اختیار کیا۔ اسی طرح '' دفاع افغانستان و پاکستان کونسل '' کی عظیم الشان خدمات اور امریکہ و مشرف حکومت کے خلاف احتجاجی تحریک نے بھی اس کامیابی میں بنیادی کردار ادا کیا۔

لہٰذا ان تمام عوامل اور زمینی حقائق کے باعث متحدہ مجلس عمل کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی اگرچہ متحدہ مجلس عمل کو وہ خاطر خواہ دوتہائی اکثریت پارلیمنٹ میں حاصل نہ ہونے دی گئی اور کئی جیتی ہوئی نشستوں کا نتیجہ راتوں رات

تبدیل کیا گیا اور مخالفوں کو جتوایا گیا، لیکن اب بھی اس کی حیثیت پارلیمنٹ اور ملک میں ایک بادشاہ گر کی سی ہے اور اسی کے ہاتھ تخت اور تختہ کی کلیدی صلاحیت موجود ہے۔ مستقبل میں اس کی حیثیت اقتدار اور اپوزیشن دونوں میں کافی وزن رکھے گی۔

آج متحدہ مجلس عمل کے سامنے حکومت سازی کا چیلنج درپیش ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مرحلہ کسی بھی طور سے پل صراط سے نازک نہیں ہے۔ یہ نہایت ہی حساس موقع ہے، قائدین کی معمولی غلطی بھی قوم کو صدیوں پیچھے دھکیل سکتی ہے اور ملک وملت کو ایک نئی آزمائش سے دوچار کرسکتی ہے اور اگر انہوں نے درست سمت میں فیصلے کئے تو اس کے ثمرات ملک وملت کے دھندلائے ہوئے مقدر کے ستارے کو صبح روشن کے آفتاب کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں۔ اس لئے قائدین کو نہایت سوچ سمجھ، سیاسی پختگی، وسیع النظری اور خصوصاً وسعت ظرفی کا بھرپور مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ حکومت سازی اقتدار اور اختیار کی پہلی کٹھن منزل ہے کہ خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ پہلی ہی منزل میں کہیں کارواں منتشر نہ ہوجائے اور عشروں سے پاکستانی قوم اور امت مسلمہ کا مذہبی جماعتوں کے اتحاد کا یہ خواب دیرینہ اور آرزوں کا مقدس آگینہ کہیں پارٹی مفادات کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش نہ ہوجائے اور اسی طرح خدا نہ کرے کہ یہ انا کے مندروں کے بھینٹ بھی نہ چڑھ جائے۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو یہ ملک اور خصوصاً دینی جماعتوں کی آخری غلطی ہوگی۔ اسی طرح ابھی سے ہی تمام عالم کفر اور شکست خوردہ سازشی عناصر اتحاد واتفاق کے اس مضبوط قلعے میں نقب زنی کی کوششیں کررہے ہیں۔ آپ کو داخلی اور خارجی دونوں محاذوں پر ان سے نبرد آزما ہونا ہوگا۔ لہذا آپ کو مکمل ہوشیار رہنا چاہیے۔ آپ کے سامنے اقتدار اصل منزل نہیں ہونی چاہیے بلکہ ملک وملت کے حقوق کی جدوجہد اور اس کے اسلامی نظریہ کی حفاظت آپ کا مقصد حیات ہونا چاہیے اور اس کے لئے ہماری نظر میں اپوزیشن سے بڑھ کر دوسرا کوئی بھی کردار نہیں ہوسکتا۔ اس طرح متحدہ مجلس عمل میں بعض جماعتوں کے قائدین نے کامیابی کے فوراً بعد نہایت تندوتیز اور جذباتی انداز میں بیانات بھی دیئے جو اس حساس اور نازک موقع پر کسی طور پر بھی مناسب نہ تھے۔ اگرچہ بعد میں اس کی وضاحتیں کی گئیں لیکن اس سے ماحول پر برا اثر پڑا۔ لہذا احتیاط کی کافی ضرورت ہے۔ قائدین کے بیانات میں نہ تو تعصب اور سختی کا عنصر ہونا چاہیے اور نہ ہی کسی سے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ نیز اہم بات یہ ہے کہ متحدہ مجلس عمل کی تمام جماعتوں کو ملا کر چلانا چاہیے اور جماعتی مفاد کے مقابلے میں متحدہ مجلس عمل کے متفقہ پلیٹ فارم کے مفاد کو ترجیح دینی چاہیے کیونکہ یہی وقت کی اہم ضرورت ہے متحدہ مجلس عمل کے قائدین کو صوبہ سرحد اور بلوچستان کے صوبوں میں ایسی آئیڈیل اور مثالی حکومتیں بنانی چاہئیں جس کی مثال پاکستان کی کم از کم چھپن سالہ تاریخ میں کہیں موجود نہ ہو۔ متحدہ مجلس عمل کے قائدین کو افراط وتفریط اور ذاتی مفادات وخواہشات وترجیحات کو پس پشت ڈالنے ہوں گے۔ اور اسی طرح حکومتی امور کو چلانے میں حتی الامکان تنگ نظری سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ جس کے مضر اثرات ہمارے

سامنے موجود ہیں ۔تحمل، حکمت، بردباری اور اچھے انداز میں پند ونصیحت کے ذریعے رعایا کو تادیر ہمنوا بنایا جاسکتا ہے کیونکہ الناس علی دین ملوکھم اسی طرح متحدہ مجلس عمل ارکان اسمبلی اور اعلیٰ حکومتی عہدیداروں پر قائدین علماء کا ایسا بورڈ نگرانی کے طور پر تشکیل دے جو ان پر مکمل نظر رکھ سکے اور حکومتی مناصب کے سنبھالنے کے بعد انہیں روایتی شاہانہ پروٹوکول عیش پرستانہ طرز زندگی کو بھی اختیار نہیں کرنا چاہیے، ورنہ اس کے نتائج مستقبل کیلئے انتہائی خطرناک ثابت ہوں گے اور عوام سمجھیں گے کہ علماء اور دوسری دنیادار جماعتوں کے طرز حکومت میں کوئی فرق نہیں ۔

متحدہ مجلس عمل کے الحمدللہ اکثریتی ممبران قومی وصوبائی اسمبلی اور آئندہ سینٹ کے امیدوار دارالعلوم حقانیہ سے نسبت رکھتے ہیں ۔ جو کہ باعث مسرت امر ہے۔الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ ایک ہمہ جہت تاریخ ساز تعلیمی ادارہ ہے جس نے ہر میدان اور ہر شعبہ زندگی میں قابل اور ہونہار رجال کار پیدا کئے ہیں ۔اسی حوالے سے ہم مستقبل کے (سرحد اور بلوچستان) ان حکمرانوں سے چند گزارشات عرض کرتے ہیں ۔ تاکہ ان کے آئندہ کے سیاسی اور سفارتی سفر اور پیش آمدہ نئے عالمی اور جغرافیائی حالات میں ان کیلئے مزید آسانیاں اور سہولیات پیدا ہوں ۔جیسا کہ ماضی میں ہم نے تحریک طالبان کے زعماء کے سامنے انہی ادارتی صفحات میں اپنی معروضات پیش کئے تھے۔اس کے چند اقتباسات اہمیت کے باعث پیش خدمت ہیں:

" (۱) سب سے پہلی چیز تو آپ کے پیش نظر یہ ہونی چاہیے کہ دنیا کا عارضی اقتدار وحکومت آپ کا نہ مقصد رہا ہے اور نہ آئندہ ہونا چاہیے اور نہ ہی یہ آپ کی اصلی پہچان اور وراثت ہے۔

(۲) آپ کی پالیسیوں میں خصوصاً داخلی طور پر بہر صورت نرمی ہونی چاہیے۔یہ آپ کے حق میں انتہائی مفید ہوگا اگر آپ کی پالیسیاں داخلی طور پر بھی پتھر کی لکیر کی مانند رہیں تو کئی خدشات کے اٹھنے کا امکان ہے۔کیونکہ تحمل، رواداری، حکمت عملی، قوت برداشت، لچک اور نرمی کامیاب حکمرانوں کا سب سے بڑا سرمایہ رہا ہے۔پھر جس شاخ میں لچک کا مادہ نہ ہو تو اسکے ٹوٹنے یا کمزور ہونے کا اندیشہ اور فکر ہر وقت لگی رہتی ہے۔

(۳) قرآن وسنت، حدود وتعزیرات کی تنفیذ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو جاری کرنا بحیثیت حکمران طبقے کے آپکی اہم ترین ذمہ داری ہے۔لیکن تنفیذ احکام میں ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة کا پہلو نمایاں ہونا چاہیے۔اور تدریج کا عمل اختیار کرنا چاہیے۔کیونکہ یہی اصول، اسلوب اور طریقہ کار اسلام، قرآن اور حضورﷺ اور خلفائے راشدین کا رہا ہے۔بعض فروعی اور ثانوی مسائل اور جزئیات میں ضرورت سے زیادہ شدت پسندی عوام میں ناپسندیدگی کی وجہ بنتی جارہی ہے۔آپ کا عوام اور شہریوں کے ساتھ برتاؤ، سلوک، رویہ نرم اور اعلیٰ اخلاق پر مبنی اور مصلحت پسندانہ ہونا چاہیے۔کیونکہ یہی آداب حکمرانی کے اصول ہیں۔پھر آپ دیکھتے جائیں کہ آپ کے اچھے کردار وگفتار علم وعمل، حکمت ودانش اور صفات حسنہ واخلاق مزینہ سے آپکی رعایا خود بخود مسخر

ہو جائے گی۔ یہ بات آپ کے پیش نظر ہونی چاہیے کہ آپ کا ہر اچھا اور برا عمل اور ہر انداز مدارس دینیہ، علماء کرام اور خصوصاً دارالعلوم حقانیہ کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ ہماری پگڑی اس وقت آپ کے سروں پر ہے۔ اب یہ آپ کے عمل پر منحصر ہے کہ اسے آپ آسمان پر پہنچاتے ہیں یا زمین پر پٹختے ہیں۔ اگر خدانخواستہ آپ سے برے افعال واحکام صادر ہونگے تو خلق خدا اور خصوصیت کے ساتھ مخالفین کی انگلیاں آپ کے مشائخ اور اکابر کی طرف ہی اٹھیں گی۔ جو کہ یقیناً آپ بھی برداشت نہیں کریں گے''

انتخابات میں مولانا حامد الحق حقانی کی فتح

موجودہ الیکشن میں جہاں ملک بھر سے علماء کرام کو عوام نے زبردست شرف پذیرائی سے بخشا ہے وہیں عوام نے میدان سیاست کے بڑے بڑے جغادری پنڈتوں، فراعنہ وقت اور غرور وتکبر کے مجسموں کو بھی علماء کے مقابلہ میں گرادیا ہے۔ اس سلسلے کی ایک بڑی مثال نوشہرہ حلقہ این اے 6 سے ریٹائرڈ جنرل، سابق وفاقی وزیر داخلہ و گورنر اور پیپلز پارٹی کے مرکزی رہنما اور بے نظیر بھٹو کے معتمد خاص نصیر اللہ خان بابر کی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے جواں سال فرزند اور خارزارِ سیاست کے نووارد راہی مولانا حامد الحق حقانی کے ہاتھوں عبرت انگیز اور شرمناک شکست ہے۔ مولانا حامد الحق حقانی نے پہلی مرتبہ انتخابی سیاست میں بظاہر ناقابل شکست سیاسی شخصیت کے مقابلہ میں حصہ لیا اور تقریباً چونتیس ہزار ووٹوں کی اکثریت سے کامیاب ہوئے اور اپنے بڑے حریف سے بھی ہزاروں کی ووٹوں کی واضح برتری حاصل کی۔

الحمدللہ حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی یہ تاریخی نشست دوبارہ اس خانوادے کے حصہ میں آئی دراصل علاقے کے عوام نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ حضرتؒ کی جدائی کے بعد کوئی بھی پارٹی یا جماعت اس سیٹ کا حق ادا نہ کرسکی اور انہوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی طرح مولانا حامد الحق حقانی کو عظیم اکثریت سے کامیاب کیا۔ قابل توجہ امر یہ ہے کہ ملک بھر میں تقریباً ہر سیٹ پر متحدہ مجلس عمل، مسلم لیگ (ق)، پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین، آفتاب شیرپاؤ گروپ اور اے این پی وغیرہ نے آپس میں ایڈجسٹمنٹ کی تھی لیکن اس سیٹ پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے واضح کردیا تھا کہ ہم کسی بھی لادین سیاسی وعلاقائی جماعت سے ایڈجسٹمنٹ نہیں کریں گے چاہے اس کا جو بھی نتیجہ برآمد ہو۔ اسی لئے مولانا حامد الحق حقانی کے مقابلے میں مذکورہ تمام قابل ذکر جماعتوں نے اپنے مضبوط امیدوار مقابلہ میں کھڑے کئے لیکن الحمدللہ اللہ تعالیٰ کی نصرت، حضرت شیخ الحدیثؒ کی توجہات اور دعاؤں کی بدولت، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی سیاسی بصیرت اور عوام کی پذیرائی کے باعث تمام مخالف جماعتوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

انشاء اللہ العزیز مولانا حامد الحق حقانی بھی اپنے عظیم دادا اور والد گرامی کی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے پارلیمنٹ میں اسلام اور پاکستان کی ترقی کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔

آخر میں ہم اپنے حلقہ انتخاب اور اپنے ووٹروں مخلصین 'معاونین' کارکنوں اور ان تمام افراد کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس نازک مرحلہ میں ہمارا بھرپور ساتھ دیا۔ اسی طرح ملک و بیرون ملک ان تمام حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے مبارکباد کے لئے فون کئے یا تار بھیجے یا انفرادی طور پر یا جلوسوں کی شکل میں یہاں تشریف لائے۔

ماہنامہ ''الحق'' کی اشاعت میں تاخیر کی وجوہ

جیسا کہ قارئین کرام کو معلوم ہے کہ گزشتہ دو ماہ سے سارے ملک میں انتخابات کی تیاریاں اور مصروفیات جاری تھیں اور زندگی کا ہر شعبہ یقیناً انتخابات کی لپیٹ میں آیا ہیں ادارہ ''الحق'' بھی انتخابات کی مصروفیات کے باعث کافی متاثر ہوا۔ کیونکہ یہاں سے مولانا حامد الحق حقانی قومی اسمبلی کا الیکشن لڑ رہے تھے اور پھر خصوصاً ادارہ ''الحق'' کے ایڈیٹر بشمول سارے انتظامیہ کے اس مہم میں دن رات منہمک رہے لیکن پھر بھی تمام تر مصروفیات کے باوجود اگست کا شمارہ کمپوز کیا جا چکا تھا لیکن بدقسمتی سے انہی دنوں کمپیوٹر میں ہارڈ ڈسک کی خرابی کی وجہ سے تمام ضروری فائلیں بشمول اگست کا شمارہ ضائع ہوگیا۔ رہی سہی کسر اس ناگہانی آفت نے پوری کردی اور پھر انتخابات میں کم وقفہ اور مصروفیات میں شدت کے باعث اور پھر کامیابی کے بعد یہاں ہزاروں مہمانوں کی آمد کی وجہ سے اس کی اشاعت میں تاخیر ہوتی چلی گئی اور معزز قارئین کرام کو انتظار کی ناگوار زحمت اٹھانی پڑی۔ جس کا ہمیں پورا احساس ہے لیکن مندرجہ بالا معقول اعذار اور واقعات کے باعث ہم اپنے معزز قارئین سے پھر بھی انتہائی معذرت خواہ ہیں۔

نوٹ: یہ شمارہ اگست اور ستمبر کے دو ماہ پر مشتمل ہے۔

مدیر الحق کی وطن واپسی

مدیر الحق مولانا راشد الحق سمیع جو کہ جون میں ذاتی مصروفیات اور احباب کی دعوت پر اہل خانہ سمیت بیرون ملک تشریف لے گئے تھے مورخہ 24 اگست 2002ء کو ڈھائی ماہ کے بعد وطن واپس آئے۔ اس دوران ان کے نام متعدد خطوط اور فون کالز آئیں جس کا بروقت جواب نہ دیا جاسکا۔ جن احباب نے جواب طلب خطوط بھیجے ہیں انشاء اللہ ان تمام دوستوں کے خطوط کے جوابات دیئے جائیں گے۔ ....(ادارہ)

دعوات حق　　　　شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ

برکاتِ رمضان

خطبہ جمعۃ المبارک یکم رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد:

وعن عبداللہ بن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ اجود الناس وکان اجود مایکون حین یلقاہ جبرئیل علیہ السلام وکان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیہ ارسہ' القرآن فلرسول اللہ ﷺ اجود بالخیر من الریح المرسلۃ (او کماقال)

خداوند تعالیٰ کی خاص نعمت:

محترم بھائیو! ہم اور آپ سب رسول اللہؐ کے امتی ہیں اور یہ خداوند کریم کے ان عظیم نعمتوں میں سے جو اس امت پر ہیں سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ ہمیں حضور اقدسؐ کی امت میں پیدا فرمایا۔ حضور اقدسؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کا دروازہ میرے لئے کھولا جائے گا اور میں اپنی امت سمیت جنت میں داخل ہوں گا۔ اور یہ قاعدہ بھی ہے کہ جہاں آقا، سردار یا حاکم موجود ہو وہاں اس کا خادمِ خاص بھی خدمت کی خاطر ساتھ ہی رہتا ہے۔

نعمت کا تقاضا:

جب اللہ جل مجدہ' نے ہم پر اتنی بڑی نعمت فرمائی تو چاہیے کہ ہم اپنے آقائے نامدار اور روحانی والد سردار دو جہاں کے نقش قدم پر چلیں ہر امت اپنے پیغمبر کی روحانی اولاد ہوتی ہے اور روحانی رشتہ جسمانی رشتہ سے زیادہ قوی اور مضبوط ہوتا ہے' اس وجہ سے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین

ترجمہ:　جب تک تم میں سے ہر شخص کے نزدیک میں اس کے والد اس کی اولاد اور ساری مخلوق سے زیادہ محبوب نہ ہوں تب تک وہ شخص مومن نہیں کہلا سکتا۔

صحیح اولاد وہی ہوتی ہے جو اپنے ماں باپ کی صحیح اتباع اور پیروی اختیار کرلے اور جو اپنے والدین کے نقش

قدم پر نہ ہو لوگ اسے نا اہل اور نالائق سمجھتے ہیں تو امتی وہی سچا (امتی ہے) جو حضورؐ کی سنت پر عمل درآمد کرتا ہو اور جو امتی ہونے کا دعویٰ کرے مگر اپنے نبی کی اتباع نہ کر سکے وہ دعویٰ میں غلط ہے اور یہ دعویٰ اس کے لئے باعث تمسخر ہے۔

محترم بھائیو! یہ رمضان المبارک کا مہینہ بھی اس امت پر خداوند تعالیٰ کے خاص کرم کا مہینہ ہے۔ خداوند کریم نے اس امت پر حد سے زیادہ انعامات و اکرامات کئے ہیں اور کر رہا ہے اس کی نعمتیں تو لاتعد و لاتحصی ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں یہ ہماری روح، ہماری زندگی ہمارا وجود، یہ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پاؤں دل و دماغ یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں جس سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ زمین، ہوا، پانی، غلہ، پھل، پھول جو کچھ بھی ہمارے لئے ضروری تھا سب اللہ جل شانہ، نے زمین کے دستر خوان پر ہمارے لئے بچھا دیا، پھر خاص طور پر انسان کو تو اشرف المخلوقات بنا دیا، اپنا خلیفہ بنا دیا، ساری مخلوق پر اسے اقتدار اور تسلط دیا تا کہ وہ اس میں تصرف کرتا رہے۔ یہ خاص انعام ہے۔

سب سے بڑی نعمت اللہ کی ہمکلامی اور اس کلام کا مخاطب بننا ہے:

انسان پر سب سے بڑھ کر نعمت یہ ہے کہ خدا نے اسے اپنی ہمکلامی سے مشرف کیا، اپنے کلام کا مخاطب بنایا اپنے کلام کے نزول کا اہل بنا دیا، اس کی افہام و تفہیم اور اس کی تلاوت کرنے سے نوازا۔ ہر نعمت اس کی بے حد ہے مگر یہ نعمت کہ اللہ نے حضور نبی کریم کو مبعوث فرما ان کے ذریعہ ہمیں اپنے کلام سے مشرف فرمایا، ہمارے پاس قرآن مجید بھیجا، اور ہمیں اس قابل کر دیا کہ اس کی تلاوت کریں اسے سنیں اس کو سمجھیں اس پر عمل کریں، اس پر غور و فکر کریں، یہ خدا کی وہ خاص نعمت ہے جس کا جواب نہیں اور جسے خود اللہ نے بطور امتنان ذکر فرمایا ہے:

ولقد یسرنا القران للذکر فھل من مدکر

ترجمہ　　''ہم نے اسے نازل کیا اور پھر اسے سمجھ اور نصیحت کے لئے آسان بھی بنا دیا''

قرآن مجید خدا کا کلام نفسی ہے اور خدا کی ذات و صفات کا تحمل ادراک اور فہم ہمارے اذہان سے باہر کی چیز ہے تو اللہ نے اپنے کلام نفسی کو اس........ کلام لفظی کا شکل دے کر اسے آسان کر دیا۔

تلاوت قرآن صرف اس امت کی خصوصیت ہے:

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت کی نعمت فرشتوں کو بھی حاصل نہیں اور اسی وجہ سے جیسا کہ حدیث میں ہے فرشتے نماز میں شریک ہوتے ہیں کہ امام کی تلاوت سنیں، جب سورۃ فاتحہ ختم، ہو تو آمین کہتے ہیں اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے وہاں ملائکہ جمع ہو کر عرش تک اوپر نیچے پرے لگا دیتے ہیں ارد گرد گھیرا ڈال دیتے ہیں۔ حفتھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ کہ اس قرآن کی وجہ سے جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں فرشتے بھی اس کا مورد بن سکیں اور اسے سن سکیں، تو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کی فضیلت و منقبت صرف اس

امت کو حاصل ہے اگلی امتوں کو بھی اللہ نے احکام سے نوازا مگر ان کو کتابیں دیں کلام نہیں دیا مثلاً حضرت موسیٰ کو تورات شریف ملی جو لکھی ہوئی چیز تھی اس کو کلام نہیں کہہ سکتے۔

کلام اللہ اور کتاب اللہ میں فرق:

کتاب اللہ الگ چیز ہے اور کلام الگ جس پر متکلم تلفظ کرے اور آواز وصوت پیدا ہو۔ اگر کسی کو اپنی خیریت اور حالات لکھ دو اس کو کتاب کہیں گے، اور اگر ٹیلی فون پر بات چیت کر دیا شافہتہ کہ کانوں سے سن لے تو اس کو کلام کہیں گے۔ تو قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اس کے الفاظ معانی دونوں خدا کی طرف سے ہیں جسے اللہ جل جلالہ نے ہماری فہم اور تفہیم کا ذریعہ بنا دیا اور تلاوت اس کی آسان بنا دی۔

ماہ رمضان کی برکتیں:

رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید اتارا گیا' شهر رمضان الذی انزل فیه القران ۔ اس مہینہ میں اللہ کی بے انتہا نعمتیں ہیں، یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رمضان میں ایک نفل ستر نفل کے برابر ثواب رکھتا ہے' ایک تسبیح سبحان اللہ کہنے کا بھی ستر دفعہ سبحان اللہ کہنے کے برابر اجر ملتا ہے۔

ایک فرض کا ستر فرضوں کے برابر ثواب ہے' ایک بڑی نعمت اس مہینہ میں یہ ہے کہ جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

برزخ والوں کو رمضان کا فائدہ:

اس کا بڑا فائدہ عالم برزخ والوں کو ہوتا ہے کہ جہنم کی شدائد میں کمی آجاتی ہے' جو لوگ قبر یا برزخ میں ہیں' تو حدیث میں آتا ہے کہ دوزخیوں کو جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے کہ اس کی بدبو' گرمی اور شدت پہنچتی رہے اور جو جنتی ہیں ان کے لئے جنت کے دروازے قبر میں کھول دیئے جاتے ہیں اور وہاں کی روح وریحان خوشبو اور تازگی ان تک پہنچتی ہے۔

القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النيران۔

قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

تو جو لوگ برے اعمال اور فسق و فجور کی وجہ سے عذاب قبر میں مبتلا ہیں' تو رمضان میں جہنم کے دروازے بند ہو جانے کی وجہ سے ان کو چھٹی مل جاتی ہے' اور قدرے فائدہ ہو جاتا ہے اور جنت کے حقداروں کو جنت کی خوشبو اور نعمتوں میں اور بھی اضافہ ہونے لگتا ہے۔

جہنم والوں کو رمضان کا فائدہ:

اس طرح اگر کوئی گنہگار رمضان ہی میں مر گیا تو جیسے کہ جیلخانہ چھٹی کے دن بند رہتا ہے اور اگر اس دن کسی

مجرم کو پکڑ لیا جاوے تو اسے باہر رکھتے ہیں، پولیس اسے اپنے ساتھ رکھتی ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ گھر سے مجرم کو کھانا وغیرہ جاسکتا ہے، ملاقات بھی خویش و اقارب کر سکتے ہیں مگر جب جیل کا دروازہ کھلا اور وہیں داخل کر دیا تو سب رعایتیں ختم ہو جاتی ہیں، تو اگر یہ شخص گنہگار رہے اور مستحق جہنم ہے، اس مہینہ میں مر جائے تو ختمِ رمضان تک تو کم از کم جہنم کی شدت اور عذاب سے بچ جائے گا۔

حدیث کا دوسرا مطلب:

حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ رمضان میں نیکی کے دروازے کھل جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جنت کے داخلہ کے لئے دروازے اعمال صالحہ ہی تو پیدا کئے ہیں ہر نیکی کے بدلے ستر نیکیوں کے برابر ثواب ہے ہر رات غیب سے آواز آتی ہے کہ یا باغی الخیر اقبل اے خیر اور بھلائی کی آرزو اور طلب رکھنے والے آگے بڑھ۔ یہی وقت ہے نیکی کا۔ ایک دفعہ استغفار کر تسبیح پڑھ، نماز پڑھ لے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کر دے۔

ویا باغی الشر اقصر

اور اے شر کے طلبگار ذرا پیچھے ہٹ جاؤ ذرا ٹھہر جا۔

شیاطین قید ہونے کے باوجود گناہ کیوں صادر ہوتے ہیں:

رمضان سے پہلے اگر ایک شخص چوری، قتل، جوا، زنا، اور دیگر گناہ کرتا ہے تو الزام شیطان پر لگاتا ہے کہ اس کے ورغلانے کی وجہ سے گناہ ہوا مگر یاد رکھئے، رمضان میں تو یہ الزام اس پر نہیں لگا سکتے، کہ اسے تو رمضان کے آتے ہی ہتھکڑیاں لگ جاتی ہیں، اور اس کو سمندر کی تہ ڈال دیا جاتا ہے۔ صفدت الشیطین و مروۃ الجن۔ میں نے دیکھا کہ پہلی ہی رات سے مساجد بھر گئیں، لوگوں کا میلان نیکیوں کی طرف بھر گیا۔

لاکھوں مواعظ سے اتنا کام نہیں ہوتا جتنا کہ رمضان کے آتے ہی لوگوں میں تبدیلی آجاتی ہے اور اللہ کی طرف عبادات اور نماز وغیرہ کی شکل میں متوجہ ہو جاتے ہیں، گھروں میں عورتیں نمازوں کا اہتمام کرنے لگتی ہیں، تو وجہ یہ ہے کہ شیاطین قید ہو جاتے ہیں، مگر جس مرد و عورت کا رمضان میں بھی اللہ کی عبادات اور بندگی کی طرف توجہ اور نیکی کی طرف میلان نہ ہوا تو سمجھ جایئے کہ اس میں رتی بھر بھی ایمان نہیں، وہ خود شیطان بن چکا ہے کہ اب جب شیطان بند ہے تو کون یہ گناہ کرواتا ہے؟ خود اس کا نفس کرواتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے

ان اعدیٰ عدوک نفسک اللتی بین جنبیک۔

یہ تیرا نفس جو تیرے پہلو میں ہے سب سے بڑھ کر تیرا دشمن ہے۔

نفس امارہ کی کارستانیاں:

یہ نفس جب تک مطمئنہ اور لوامہ نہ بن جائے تو اس کے ہاتھوں ہلاکت کے گڑھے میں جاؤ گے، اللہ تعالیٰ نے

جب مخلوق پیدا کی تو ہر چیز سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اور تو کون ہے؟ ہر چیز نے جواب دیا کہ تو رب ہے، خالق ہے مالک ہے اور میں عاجز مخلوق ہوں، مگر نفس سے جب پوچھا کہ میں کون ہوں اور تو کیا ہے؟ تو نفس نے جواب دیا کہ

انت انت و انا انا　　　تُو تُو ہے اور مَیں مَیں ہوں۔

یہ نفس خبیث کا جواب تھا، آج بھی نفس کا اثر ہے کہا جاتا ہے کہ میں ایسا ہوں، نواب ہوں، خان ہوں، پٹھان ہوں، میری پوزیشن کا کوئی جواب نہیں، میرے ساتھ کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ میں تو لعل و جواہر ہوں۔ الغرض شیطان کے بند ہوتے ہوئے بھی یہ بددیانتی اس سے نفس ہی کرواتا ہے، گویا اس کا نفس اب شیطان بن گیا ہے۔

ایک عجیب خیال:

اور اس کی مثال ایسی ہے کہ پہلے اس ملک میں انگریز تھا تو ہم اپنی بددیانتی کو اس پر ڈالتے تھے کہ غلام ہیں اس لئے اسلام کا جھنڈا سر بلند نہیں کیا، اس لئے اسلامی قانون نہیں چل رہا، مگر اب تو ہم ۲۸ سال سے آزاد ہوئے ہیں۔ غلامی نہ رہی تو ہمیں کون اسلام اور قوانین سے روک رہا ہے۔ اب یہ لوگ کیوں بددین ہیں بلکہ اس حالت سے بھی بڑھ چکے ہیں، گویا اب تو یہ خود انگریز بن گئے ہیں، میرا خیال ہے کہ غلامی کے دور میں اگر لوگ کوتاہی کرتے ہوئے مرے ہیں تو شاید خدا انہیں بخش دے کہ مجبور تھے مگر اب تو کوئی عذر نہیں چل سکے گا۔ اس طرح شیطان جب بند ہوا تو نفس خبیث کا پنجہ پڑ گیا اور جن لوگوں کے نفس میں کچھ صلاحیت تھی وہ عبادت میں لگ گئے، دل نرم ہو گئے، با جماعت نماز پڑھنے لگے پہلے ان پر شیطان کا تسلط تھا، اب وہ جیل گیا تو یہ آزاد ہوئے۔ اگر اب بھی نہ سنبھلے تو سمجھ جایئے کہ وہ ابلیس سے بڑھ کر ہیں جیسا کہ لوگ قیامت کے دن شیطان کو ملامت کریں گے تو وہ جواب دے گا۔

فلا تلوموني ولوموا انفسكم

مجھے ملامت مت کرو بلکہ اپنے آپ پر ملامت کرو میرا کوئی جبر نہ تھا۔

تو بھائیو! یہ انتہائی خطرے کی بات ہے کہ رمضان میں بھی ہم نماز نہ پڑھ سکیں، اور نہ چوری، جوا، جھوٹ فریب چھوڑ سکیں، ہر رات آواز آتی ہے۔ یا باغی الخیر اقبل۔ اے خیر کے طالب اسباب خیر کھلے ہیں آگے بڑھ۔ و یا باغی الشر اقصر۔ اے شر کے طلبگار اب ذرا پیچھے ہٹ جا خدا نے شر کے دروازے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے۔ تو اے شریر ذرا تو بھی اپنی شرارت چھوڑ دے۔ خداوند کریم سے ذرا شرم و حیا کر اور برائی چھوڑ دے۔

روزے کا اجر خاص:

رمضان کی رحمتوں میں سے بڑی رحمت یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الصوم لي و انا اجزي به　　　روزہ خاص میرے لئے ہے تو میں ہی اس کا اجر دوں گا۔

روزہ ایسی عبادت ہے کہ جو عاشق ہوگا وہی روزہ رکھے گا، روزہ کا علم کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔ یہ غیر اللہ کے لئے نہیں

ہوسکتا' اس میں ریا و نمود نہیں آسکتی جو روزے رکھتا ہے وہ اپنے مالک اور رب کے رنگ میں اپنے آپکو رنگتا ہے' اللہ کھاتا نہیں' پیتا نہیں' غنی ہے' صمد ہے' بے نیاز ہے ان تمام چیزوں سے' تو اس کا غلام بھی انہی چیزوں کو اپناتا ہے تو اجر بھی اللہ خاص طور پر خود ہی دیتا ہے' جیسا کہ ایک حاکم دربار منعقد کر کے کسی کو بلا لیتا ہے اور خاص اپنے ہاتھ سے اسے تمغہ سے نوازتا ہے' دوسرے وسائط اور ذرائع سے اتنی عزت نہیں ہوتی' تو روزہ دار کو اتنی بڑی خوشخبری ہے کہ براہ راست حق تعالیٰ کے انعام کا مستحق بنتا ہے۔ ایک دوسری قراءت انا اجزی بہ'' کی ہے کہ میں خود اس کو بدلہ میں دیا جاؤں گا تو اس کی قدر و قیمت کی تو حد ہی نہیں کہ جو بندہ شرائط اور آداب کے مطابق روزہ رکھے گا وہ محبوب حقیقی کے وصال سے سرفراز ہوگا۔ تمام عالم کا بادشاہ' عالم کا مالک اور محبوب حقیقی جب اپنا دیدار روزے کے بدلے میں دیتا ہو تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔

روزہ قیامت میں بھی ساتھ دے گا

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن ظلم کرنے والوں کی نیکیاں اس کے بدلہ میں اصحاب حقوق لے لیں گے مگر یہ روزہ ایسی عبادت ہے کہ جس کا اوروں کو علم نہیں ہوگا' تو جب ساری نیکیاں اوروں کو حقوق میں دے دی جائیں گی جبکہ ہمارے ظلم اور حق تلفی کا تو کوئی حد نہیں' مظلوم سب کچھ لے لے گا مگر یہ روزہ اس وقت جہنم کی آگ کے سامنے ڈھال بن جائے گا یہ نیکی محفوظ رہے گی۔ الصوم جنة روضہ ایک ڈھال ہے۔

رمضان اور نزول قرآن کا باہمی تعلق:

پھر ان سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت وہی ہے جو میں نے عرض کر دی کہ خدا نے اس ماہ ہمیں قرآن کا طالب بنا دیا۔

یہ طالب علمی کا زمانہ ہے اور طالب العلم وہی ہے جو بھوکا ہو' پیاسا ہو' راتوں کو جاگتا ہو' ایک سو ہو کر ایک ہی طرف کا رہے' توجہ ایک طرف ہو جائے رات کو قرآن تراویح میں پڑھنا اور سننا اور دن کو اس کے سبق اور تعلیم کی لذت میں اس کے تصور میں اور اس پر عمل کرنے میں مستغرق رہنا یہ قرآنی تعلیمات کی عملی تربیت ہے۔ قرآنی تعلیمات کی اس لئے روزہ ہی میں قرآن نازل کیا گیا۔

شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن

خداوند کریم نے بیت العزت سے آسمان دنیا میں اسی ماہ قرآن اتارا۔

انا انزلناه فى ليلة القدر پھر بیت العزت سے نزول جو شروع ہوا وہ بھی ایک روایت کے مطابق رمضان ہی میں ہوا تو چاہیے کہ رات دن تلاوت کا اہتمام کریں رات کو ایک مرتبہ تراویح میں قرآن سننا سنت ہے اور پھر ہمارے اکابر امام ابو حنیفہؒ جیسے بزرگ تو ہر دن اور ہر رات ایک ختم فرمایا کرتے۔ ان حضرات نے رمضان کا

کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ ضائع نہیں کیا۔ اگر تلاوت نہ کرسکیں تو استغفار، تسبیح اور تمجید اور ذکر تو کرسکتے ہیں۔ ان امور میں غفلت نہ کریں۔

حدیث کی تشریح:

حدیث کی تشریح کے لئے تو وقت نہیں رہا البتہ اس کا ترجمہ عرض ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت رمضان میں انتہا کو پہنچ جاتی تھی۔ جب حضرت جبرائیلؑ آپؐ سے ملاقات فرماتے اور جبرائیلؑ رمضان شریف کی ہر رات میں آپ سے ملاقات فرماتے تھے، اور قرآن کریم کا دور کرتے تھے، پس رسول اللہ ﷺ خیر کے معاملہ میں چلتی ہواؤں سے زیادہ تیز ہوجاتے تھے۔

سخاوت اور جود میں فرق:

حدیث شریف میں لفظ جود ہے۔ سخاوت اور جود میں فرق ہے۔ سخاوت صرف مال کی تقسیم کا نام ہے اور جود اعطا ماینبغی لمن ینبغی کو کہتے ہیں جو کہ عام ہے صرف مال دینے پر موقوف نہیں بلکہ جو شئے بھی جس کے لئے مناسب ہو اسے دے دی جائے۔ بلا امتیاز تمام اشیاء کی تقسیم کا نام جود ہے۔ مثلاً فقیروں کو اموال تقسیم کرنا تشنگانِ علوم کے لئے افاضہ علم کرنا گم کردہ راہوں کے لئے ہدایت کرنا یعنی ہر کام اپنے محل میں کرنا یہ ہے جود۔

حضورؐ کا جود:

تو پیغمبر ﷺ اجود الناس تھے۔ آپؐ ہر شخص کو وہ چیز عطا فرماتے جو اس کے مناسب حال ہوتی تو جود ایک ملکہ ہے اور سخاوت اس کا اثر ہے اور پیغمبر علیہ السلام اپنے ملکات کے اعتبار سے تمام اہل کمال پر تفوق رکھتے تھے، پیغمبر کی سخاوت کی بھی نظیر نہیں۔ بحرین سے ایک لاکھ روپیہ آیا نماز کے بعد سب کو تقسیم کردیا اپنے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ ایک دفعہ عصر کی نماز ادا فرماتے ہیں جلد حجرہ مبارک تشریف لے گئے اور سونے کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لے آئے، فرمایا یہ ٹکڑا گھر میں تھا میں نے اس لئے جلدی کی کہ پیغمبرؐ کے گھر میں ایسی چیزوں کا رہنا مناسب نہیں، ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں پھولدار گدا بچھا ہوا دیکھا، تو واپس تشریف لے آئے حضرت ام المومنین گھبرا گئیں، عرض کیا کہ حضرت کیوں واپس تشریف لے جارہے ہیں، فرمایا مالی وللدنیا ہمارا دنیا سے کیا تعلق۔ عرض کیا کہ آپ کے آرام کے لئے یہ تکیہ بنایا تو مالی وللدنیا کہہ کر فوراً تقسیم کردیا۔ ایک خاتون بڑے اشتیاق سے ایک تہبند لائیں۔ عرض کیا کہ حضرت آپ اسے پہن لیں، حضورؐ نے از راہ شفقت قبول فرمایا اور پہن لیا۔ ایک صحابیؓ نے دیکھ کر چھوا اور کہا یہ تو بہت عمدہ ہے دے دیجئے۔ آپ فوراً مکان میں تشریف لے گئے، پرانا تہبند پہنا اور اس کو تہ کرکے اس صحابی کو عنایت فرمایا۔ لوگوں نے اس صحابیؓ کو ملامت کی تو صحابیؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس لئے تہبند مانگا کہ اس کا اتصال آپؐ کے بدن مبارک سے

ہو چکا ہے میں اسے اپنے کفن میں رکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے جسدِ اطہر سے یہ کپڑا مس ہوا ہے تو میرے لئے نجات کا ذریعہ بنے گا۔ غزوہ حنین کے موقع پر بہت سے دیہاتیوں نے آ گھیرا کہ کچھ عنایت فرمائیے ہم آپ کا مال نہیں مانگتے، آپ کے باپ کا مال نہیں مانگتے، اللہ کا مال مانگتے ہیں، آپ ان کی اس گستاخانہ گفتگو سے متاثر نہ ہوئے، اور نہ برا مانا اور برابر مال دیتے رہے حتیٰ کہ ازدحام کی وجہ سے پیچھے ہٹتے ہٹتے کیکر کے درخت میں الجھ گئے فرمایا گیا کہ اگر اس وادی کے خاردار درختوں کی مقدار میں میرے پاس مویشی ہوتے تو سب کو تقسیم کر دیتا..... یاد رکھیں کہ اس موقع حنین میں ۲۴ ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں اور بارہ ہزار اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) تقسیم کر دیئے۔ یہ ہے آپؐ کے شان جود کا ادنیٰ کرشمہ۔

حضورؐ کا تخلق باخلاق اللہ:

رمضان شریف میں حضورؐ کا جود بہت بڑھ جاتا تھا۔ کیونکہ رمضان شریف میں خداوند کریم کا جُو دلامتناہی اور بے شمار ہوتا ہے تو تخلقوا باخلاق اللہ کی فضیلت بھی پیغمبر علیہ السلام سب سے زیادہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب خداوند کریم کے جود کی رمضان شریف میں یہ حالت کہ الصوم لی وانا اجزی بہ'' او من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ جو شخص رمضان میں ایمان ویقین کیساتھ حسبۃً للہ عبادت کرے تو اس کے سابق گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں پھر اس رمضان میں لیلۃ القدر کے اندر قیام کرنے والوں اور عبادت گزاروں کو ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ اجر دیتے ہیں تو پیغمبر کا جود بھی حد سے زیادہ ہو جاتا تھا اور جس طرح رب العالمین رمضان میں احسانات اور رحمت کی بارش برساتا ہے تو حضور پرنور اس ماہ مبارک میں جود و کرم زیادہ فرماتے تھے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ رمضان کی راتوں میں جبرائیل علیہ السلام آ کر قرآن مجید کا دور فرماتے تھے، اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ قرآن مجید کے دور کی وجہ سے علمی و عملی ترقیات ہوا کرتی ہیں اور حضورؐ کے کمالات میں جس قدر ارتقائی کیفیات جلوہ گر ہوتی تھیں، اسی قدر جود میں بھی ترقی ہوتی تھی، تاکہ یہ کمالات اپنی ذات تک محدود نہ رہیں بلکہ ساری امت کو اس سے بہرہ اندوز فرماتے تھے، تو رمضان شریف میں قرآن مجید کے دور کے وقت ان ہواؤں سے جو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے چھوڑی جاتی ہیں زندگی کا مدار ہیں اس سے بھی آپ کی جود زیادہ ہوا کرتی تھی، آپ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ الغرض امت کو بھی چاہیے جو روحانی اولاد ہے کہ رات کو قرآن مجید کی تلاوت کرتی رہے، اور جود و سخا کی صفت اپنے اندر پیدا کریں، تاکہ پیغمبرؐ کے نقشِ قدم پر چل کر نجات دارین حاصل کریں۔

و اخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

مولانا عتیق الرحمان سنبھلی *

مساوات مردوزن

استدراک بر مضمون دریا سے اٹھی لیکن............

جولائی کے الحق میں ''دریائے سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی'' کے عنوان سے مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہ کا ایک مضمون الفرقان کے حوالہ سے شائع ہوا ہے، فاضل مضمون نگار نے بطور استدراک حسب ذیل اضافہ کیا ہے اور افادیت کی خاطر اسے بھی الحق میں شائع کرنے کا مشورہ دیا ہے جسے شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔..... (ادارہ)

مندرجہ بالا عنوان سے جو مضمون الفرقان میں نکلا، اس کے آخری جملے کے بارے میں احساس ہے کہ قارئین کی اکثریت کو تو غالباً نہیں مگر ایک اقلیت کی خواہش ہو سکتی ہے کہ اس کی کچھ تشریح کر دی جاتی۔ اور خود اپنا بھی خیال ہے کہ ایسا ہو جائے تو مفید ہوگا۔ ذیل کا مختصر مضمون اسی استدراک کی نوعیت کا ہے۔

سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۴ رالرجال قوامون علی النساء..... میں مردوں (شوہروں) کی نسبتاً بالاتری کا اعلان فرمانے کے بعد اولاً عورتوں کو تعلیم دی گئی تھی، کہ وہ شوہروں کے ساتھ زندگی گزارنے میں اس فرمان ربانی کا خیال رکھیں اور جو عورتیں اس ہدایت کا خیال رکھنے میں ناکام رہیں، ان کے بارے میں مردوں کو ہدایت دی گئی تھی کہ اگر ان کے رویہ میں سرکشی پاؤ تو (دور جاہلیت کی طرح ان پر ٹوٹ نہ پڑو، بلکہ) اولاً سمجھاؤ کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے کام نہ چلے تو خواب گاہوں میں ان سے علیحدگی اختیار کر لو، یعنی ان کے ساتھ ہمبستری کا رشتہ معطل کردو، اور اس پر بھی خدانخواستہ ان کو سمجھ نہ آئے تب حق ہے کہ مارو، آگے آیت کو ختم کرتے ہوئے فرمایا گیا، پھر اگر وہ درست اور تابعدار ہو جائیں تب ان پر زیادتی کیلئے بہانے مت ڈھونڈو۔'' آیت کے آخری حصے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو رہی ہے کہ اس میں دی گئی تعلیم کا اصل مقصد مردوں کو عورتوں پر زیادتی سے روکنا ہے، نہ کہ زیادتی کا راستہ دکھانا' اسلام سے پہلے عربوں میں یہ شعور کہاں تھا کہ بیوی پر ہاتھ اٹھانے سے حتی الامکان بچنا چاہیے۔

موجودہ زمانہ جس پر مغربی تہذیب اور مغربی فکر و فلسفہ کا راج ہے اور مردوزن کی برابری کا نعرہ گونج رہا ہے اس

* چیئرمین ورلڈ اسلامک فوم۔ یو۔ کے

میں ایک مسلمان بھی شوہر اور بیوی کے رشتے میں مرد کو دی گئی اس اجازت کے دفاع میں کہ وہ بیوی پر ہاتھ بھی اٹھا سکتا ہے، پریشانی محسوس کرتا ہے۔ اگرچہ ایمان رکھتا ہے کہ فیصلہ وہی برحق ہے جو اللہ نے کیا ہے، زمانے کے چلن اور اس کے نعروں کا دباؤ واقعی سخت ہوتا ہے مگر فطرت کی کوکھ سے جنم لینے والی حقیقتیں ان نعروں کے دباؤ سے کہیں زیادہ سخت بلکہ ان پر خندہ زن ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہی مغرب جو قرآن پاک کی اس آیت پر بڑی طعنہ زنی کرتا ہے اس میں شوہروں کے ہاتھوں بیویوں کے پٹنے کی پرانی ریت میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔ حالانکہ وہاں عورتیں زندگی کے تمام میدانوں میں مردوں کی ہمسر ہوتی چلی جارہی ہیں، اس حقیقت کی شہادت کے لئے اصل مضمون میں انہیں محترم خاتون کا ایک بیان گزر چکا ہے، جن کے حوالے سے یہ مضمون لکھا گیا تھا، اس بیان کے الفاظ تھے ''(مغرب میں بھی) بیویوں کو پیٹا جاتا ہے، اگرچہ عورتوں کو پیٹنا ان کا روزمرہ کے معمولات میں شامل نہیں ہے۔ لیکن جب پیٹتے ہیں تو بہت بری طرح پیٹتے ہیں۔'' اور یہ شہادت چونکہ کسی ایسی خاتون کی نہیں ہے جو عوامی طبقے سے تعلق رکھتی ہوں اس لئے قرین قیاس یہ ہے کہ وہ اچھے تعلیم یافتہ طبقوں کی بات کررہی تھی، اور اس سے بھی بڑھی چڑھی شہادت تو ایک امریکی صحافی کی ہے، جس نے کچھ پہلے مشہور سابق امریکی مسٹر نکسن کے بارے میں متعدد انکشافات کرتے ہوئے یہ بھی بتایا تھا کہ موصوف اپنی اہلیہ محترمہ کو بری طرح پیٹنے کے عادی تھے۔ امریکی قصر صدارت سے بڑھ کر اور کون سی اونچی سطح مغربی سوسائٹی میں تلاش کی جاسکتی ہے؟ تو مساوات کے سلسلے میں ہمہ جہت کامیابیوں کے باوجود اس پر پڑنے والی یہ 'ضرب' ہے کہ وہاں بھی کسی طرح قابو میں نہیں آتی ہے؟

قصہ یہ ہے کہ مرد کی ایک فطری خصوصیت، جو منجملہ دوسری خصوصیات، اسے عورت سے ممتاز کرتی ہے، غلبہ و تسلط (domination) کی چاہت ہے اور اس خصوصیت کو اپنا اظہار کا کہیں موقع مل پاتا ہو یا نہ مل پاتا ہو بیوی کے ساتھ تعلق میں ضرور اور بھرپور ملتا ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان شادی کے رشتے کا اصل تعلق اپنی عملی شکل میں مرد کو جو پارٹ اور کردار دیتا ہے، وہ ایک ڈامینیٹ کرنے اور حاوی ہونے والے پارٹنر ہی کا ہوتا ہے، پس جب ایک مرد بیوی کا رویہ اپنی اس طبعی خصوصیت سے ٹکراتا ہوا پائے گا تو بس اس کی تہذیبی ترتیب یا اور ایسا ہی خارجی عوامل اسے اپنے طبعی ردعمل سے باز رکھ سکتے ہیں، ورنہ یہ طبیعت اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہے گی۔ میڈیکل سائنس کی زبان میں اسے ہمارے ڈاکٹر دوست بتاتے ہیں کہ مرد کا یہ مزاج اور خصوصا خاص ہارمون کا اثر ہے جسے Androgen کہا جاتا ہے۔ یہی چیز ہے جس کی وجہ سے مغرب کا بزعم خود 'انتہائی مہذب' معاشرہ اپنے اور دوسرے معاشروں کے تاریک دور کی اس روایت سے آزاد نہیں ہو پاتا، اور یہی چیز ہے کہ اسلامی شریعت نازل کرنے والی ہستی جو انسان کی خالق بھی ہے وہ انسان کی اس کمزوری کو تہذیب تو سکھاتی ہے مگر اس پر کلیۃً غالب آجانے کا حکم اسے نہیں دیتی۔ دوسرے الفاظ میں یہ اجازت جو آیت مبارکہ میں دی گئی ہے ہرگز ایسی بات نہیں ہے جو اللہ کو پسند ہو۔ اس کے لئے قرآن پاک کی بہت سی آیات سے دلیل دی جاسکتی ہے، مگر نہایت مختصر اور محکم دلیل اس سلسلے میں اللہ کے رسول ﷺ کا رویہ اور اسوہ حسنہ ہے۔

زیر بحث آیت کے سلسلے میں روایت آتی ہے کہ ایک خاتون آنحضرت ﷺ کے پاس اپنے شوہر کی شکایت لائیں کہ اس نے انہیں تھپڑ مارا۔ (بظاہر یہ قرآن کی عمومی تعلیمات ہی کا اثر ہوسکتا تھا کہ چودہ سو برس پہلے کے عرب معاشرہ میں ایک عورت میاں کے ایک تھپڑ کی شکایت لے کر حضور ﷺ کے پاس پہونچ جائے بالکل ایسے ہی جیسے عربوں میں ظہار کا ایک نہایت نامعقول پرانا قانون تھا جو بیوی کو ماں کی طرح حرام ٹھہرادیا کرتا تھا' مگر قرآن پاک کے نزول نے جو ذہنی انقلاب کی فضا پیدا کی تو خواتین کو نظر آیا کہ اب یہ احمقانہ قانون نہیں ٹھہرے گا' چنانچہ اب جو اس قانون والا ایک واقعہ پیش آیا تو خاتون سیدھی در نبوت پر جاپہونچیں اور اسی موقع پر قرآن کی سورۃ نمبر ۵۸ رالمجادلہ' کا نزول ہوا جس نے اس قانون جاہلی کو رخصت کیا۔ بہر حال آنحضرت ﷺ نے خاتون کی شکایت سن کر فرمایا کہ قصاص (برابر کا بدلہ) دلایا جائے گا۔ روایات بتاتی ہیں کہ یہ موقع تھا کہ سورۂ نساء کی وہ آیت نازل ہوئی جس کے حوالے سے بات ہورہی ہے اور اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''میں نے تو کچھ اور چاہا تھا مگر اللہ کا فیصلہ کچھ اور ہوا''یعنی یہ کہ میاں بیوی کے درمیان کے ایسے قضیے میں قصاص کا عمومی قانون نافذ نہیں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ آیت کے نزول سے پہلے تک آنحضرت ﷺ قطعیت کے ساتھ یہ رائے رکھتے تھے کہ ایسے قضیے پر قصاص کا قانون عائد ہوگا' جو کہ اس بات کی ایک واضح دلیل ہے کہ شوہر کا دست درازی والا فعل عمومی اسلامی نقطہ نظر سے ایک ناپسندیدہ فعل ہے اور آیت کے نزول کے بعد اگرچہ آپ کی اس رائے کی گنجائش نہیں رہ سکی' لیکن اس فعل کی ہمت شکنی کا رویہ آپ کی طرف سے ہمیشہ رہا۔ اور اس کے بعد اس بات کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں رہتی کہ یہ فعل اسلام میں اصلاً ایک ناپسندیدہ فعل تھا' آنحضرت ﷺ کے اس رویہ کو بتانے والی ایک حدیث میں جسے تفسیر ابن کثیر میں ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے آپ کے الفاظ ہیں: لا تضربوا اماء اللہ (اللہ کی بندیوں کو مارو نہیں) پھر اسی حدیث میں آتا ہے کہ لوگوں نے شکایت کی کہ حضور عورتیں بہت سرچڑھی جارہی ہیں' یعنی آپ نے ہمارے ہاتھ باندھ دیئے ہیں! اب ظاہر ہے کہ اللہ کی طرف سے اجازت آچکی' تو حضور کہاں تک ان کو روکیں۔ مجبوراً اجازت دی۔ لیکن اس پر جب عورتوں کے غول کا شانۂ نبوی پر شکایت کناں پہنچے (غالباً مردوں نے اجازت کا کچھ بے جا ہی استعمال کرلیا تھا) تو آپ نے ان کی شکایت کے حوالے سے پھر لوگوں کو خطاب کیا اور فرمایا: '' جو لوگ عورتوں کو اس قدر شکایت کا موقع دے رہے ہیں' وہ اچھے لوگ نہیں ہیں'' ایک اور بہت صاف حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے اچھے وہ ہیں جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ اچھے ہوں۔'' غرض ایک دو نہیں کتنی ہی حدیثیں ملتی ہیں جو عورتوں کے بارے میں حسن معاشرت پر زور دیتی ہیں اور سورۃ نساء کی اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کی ہمت شکنی کرتی اور اس بارہ میں شک کی گنجائش نہیں چھوڑتیں کہ قرآن پاک کی یہ اجازت پسندیدگی کے ہم معنی نہیں ہے۔

بظاہر یہ رویہ ایک قسم کے تضاد کا حامل ہے' لیکن اس زندگی کی تو پوری گاڑی ہی تضادات کے باہمی تال میل پر

چل رہی ہے ۔ زمین وآسمان دو بالکل متضاد چیزیں ہیں' اسی سے کہا جاتا ہے کہ پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی' لیکن کائنات کے یہی دو متضاد وجود ہیں' جن کے تال میل سے ہمارے اس کرۂ ارض پر زندگی کا چراغ روشن ہے اور اتنی دور کیوں جایئے ۔مرد اور عورت کا باہمی تضادات کچھ کم ہیں؟ ایک ریشم ہے تو ایک آہن' ایک کا شوق قبضہ شمشیر ہے تو دوسرے کا دیبا وحریر۔غرض نکالتے چلے جائیں' متضاد پہلو نکلتے چلے آئیں گے مگر ان تضادات کے میل ہی سے دنیا آباد ہے ۔اسلام نے طلاق کو جائز رکھا ہے' مگر یہ بتاتے ہوئے کہ یہ بے حد ناپسندیدہ چیز ہے' ابوداؤد شریف کی حدیث ہے کہ (ترجمہ) اللہ نے کوئی ایسی دوسری چیز حلال نہیں کی ہے جو اسے طلاق سے بڑھ کر ناپسند ہو۔'' اس درجے کی ناپسندیدگی کے ساتھ اسے جائز رکھنا ایک تضاد ہی کہلائے گا ۔مگر ہم میں سے کون ہے جو یہ کہے کہ اس کا جواز نہ رکھنا چاہیے تھا؟ عیسائیت نے طلاق اور شادی کو ایسا ہی متضاد مانا تھا کہ جمع نہ ہوسکیں' مگر اب دنیائے عیسائیت میں جس قدر طلاق کا چلن ہے' اسلامی دنیا میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے ۔غرض تضادات کو نبھائے بغیر زندگی کی گاڑی نہیں چلتی۔ بیوی پر ہاتھ اٹھانے کو اس قدر ناپسند کرتے ہوئے جس کا اندازہ مذکورہ بالا احادیث سے ہوتا ہے اس کی اجازت بھی دے دینا یہ بھی اسی طرح کی چیز ہے جیسے طلاق کا مسئلہ۔اور یہ اس لئے کہ مرد کے بارے میں جب یہ مان لینا پڑتا ہے کہ کم از کم بیوی کے بارے میں اس سے امید نہیں کی جاسکتی کہ ضرور ہی اس کے ایسے رویہ کو قبول کرلے جو اس کے مزاج کی تسلط واقتدار پسندی سے ٹکرا رہا ہے تو اسلام جواز دواجی زندگی پر زور دیتا ہے اور پھر ایک دفعہ یہ رشتہ قائم ہونے کے بعد اس کی برقراری کو بھی اتنی اہمیت دیتا ہے کہ طلاق کو جائز بھی رکھتا ہے' تو ایک مبغوض ترین فعل کہہ کر' اسے مرد کی اس کمزوری کو جو اس کی خلقت کا حصہ ہے ایک حد تک رعایت دینا ہوگی اور عورت جس کے اندر طبعی طور پر ملائمت اور برداشت رکھی گئی ہے اس سے توقع کی جائے گی کہ اس نے اگر مرد کے اس مزاج کو ملحوظ نہیں رکھا تھا' تو پھر اس کے ردعمل کی برداشت کو اپنی غلطی کا کفارہ سمجھے۔اور گھر کو بگڑنے نہ دے۔

لیکن یہ جبھی ممکن ہوگا جب عورت کے ذہن میں شوہر کی برابری کا وہ خیال نہ ہو جو مغربی تہذیب نے اپنے یہاں عام کردای تھا اور اس کا نتیجہ ہے کہ شادی کا ادارہ وہاں اب ایک یادگار ماضی بنتا جارہا ہے ۔ برطانیہ کے ایک قدیم ادارہ' میرج گائیڈنس کاؤنسل' کی ایک حالیہ رپورٹ (۲۱ اپریل) میں شادی کے رواج کا نوحہ پڑھتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ'' ۲۰۳۰ء آنے تک پانچ میں سے صرف ایک جوڑا شادی کرنے والا ہوگا اور ۱۰ میں سے ۸ بچے شادی سے باہر پیدا ہورہے ہوں گے ۔'' مغرب کے لئے اس میں کوئی پریشانی کی بات نہیں ۔ یہ فرد کی ذاتی زندگی کا معاملہ ہے' لیکن اسلام اس کا روادار نہیں ہوسکتا۔اور اسلام ہی نہیں' اللہ کا شکر ہے کہ مغرب سے متاثر مسلمان مردوں اور عورتوں میں سے بھی ان شاء اللہ کوئی نہ نکلے' جو شادی کے بغیر صاحب اولاد بننے پر راضی ہو۔وہ اس معاملے میں اسلام کے موقف مقتضائے انسانیت اور اس کے خلاف کو ننگ انسانیت جانتا ہے لیکن اس موقف کی حفاظت اس کے بغیر ہرگز نہیں ہوسکتی ہے کہ قرآن پاک

کے اس موقف کو بھی سینے سے لگا کر رکھا جائے کہ عورت جب شادی کے بندھن میں آ جائے تو وہ اپنے مرد سے ہمہ جہت برابری و مساوات کی دعویدار نہیں رہ سکتی ہے۔ اس دعویداری سے اگر دست برداری نہیں دی جاتی تو ہمارے یہاں بھی (خدا نہ کرے) شادی کے ادارہ کا وہی حشر ہوگا جو مغرب میں ہورہا ہے۔ شادی کا بندھن ناقابل برداشت ہو جائے گا اور پھر ہم بھی جو اسی طرح گوشت پوست کے انسان ہیں جیسے کہ مغرب والے ہیں' کیسے خاص ہمارے لئے ممکن ہوگا کہ ہم پالباز و پاکدامن رہ جائیں اور (معاذ اللہ) شادی بغیر بچے وجود میں آنے کا سلسلہ نہ قائم ہو جائے؟ مغرب کے حال سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور اس بات کو سمجھنا چاہیے کہ شادی کا بندھن ایک چھوٹا سا ادارہ وجود میں لاتا ہے اور ادارہ چھوٹا یا بڑا نظم وضبط کے لئے ایک سربراہ کی اس کو ضرورت ہوتی ہے اگر کسی معاشرہ کو مرد کی سربراہی پسند نہیں ہے تو عورت کو سربراہ مان لے' دونوں کی برابری حیثیت سے ادارے کو نہیں چلنے دے گی۔ میرے پارلیمانی حلقے کے ایم۔ پی ادھیڑ عمر ہیں' ان کی شادی حال ہی میں اس لئے ٹوٹی کہ بچے کس اسکول میں پڑھیں اس پر میاں بیوی میں اختلاف تھا اور دونوں برابری کے حقدار۔

اس تحریر میں بھی اور اصل مضمون میں بھی عورت اور مرد کی مساوات وعدم مساوات پر گفتگو میں اس بات کا پورا لحاظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قارئین اس گفتگو کو عام مرد اور عورت سے متعلق نہیں بلکہ صرف شوہر اور بیوی سے متعلق سمجھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یوں تو مرد اور عورت کے معاملے میں عدم مساوات کی کیفیت اس قید سے باہر بھی مختلف اسلامی احکام میں بظاہر نظر آتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے مغرب ہمارے ان لوگوں کو جو اس سے متاثر ہیں یہ باور کرانے میں کامیاب ہوگیا ہے کہ اسلام عورت کے ساتھ ناانصافی کرتا ہے' اور یہ متاثرین اپنی تحریروں میں اس ناانصافی کا بیان اس پیرائے میں کرتے ہیں کہ حقیقی اسلامی تعلیمات میں تو ایسا نہ تھا' یہ اصل میں ملاؤں (علماء) کا پیدا کیا ہوا فتور ہے) مگر حقیقت میں صرف یہ میاں بیوی سے متعلق احکام ہی ہیں جہاں واقعی معنی میں عدم مساوات ہے اور اس کے لئے واضح ہو چکا کہ کسی معذرت کی ضرورت نہیں۔ لیکن میاں بیوی کے دائرہ تعلق سے باہر کوئی ایسی مثال نہیں ہے جسے حقیقی معنی میں عدم مساوات پر مبنی حکم کہا جاسکے۔ ہر جگہ کوئی نہ کوئی علت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے حکم میں تفریق اور بظاہر عدم مساوات ہی میں انصاف اور حقیقت پسندی ٹھہری ہے۔ موٹی مثالوں میں وراثت کو لیجئے اسلام میں مرد اور عورت کا مے زندگی کا معیاری (Standard) تصور ازدواجی زندگی کا ہے اور اس زندگی میں مرد اپنے اخراجات کا بھی ذمہ دار اور بیوی بچوں کے جملہ اخراجات کا بھی چاہے بیوی سرمایہ داری ہی ہو۔ ایسی صورت میں بیٹے اور بیٹی کے حصہ وراثت میں برابری بیٹے کے ساتھ صریح ناانصافی بنتی ہے۔ دوسرے درجے میں دیت (Blood Money) پر بڑا شور مچایا جاتا ہے' کہ عورت کی جان کی قیمت بھی آدھی کردی گئی۔ حالانکہ اگر ایسی بات ہوتی تو قصاص کی صورت میں یہ حکم نہیں ہوسکتا تھا کہ مرد کے قاتل مرد کی طرح عورت کے قاتل مرد کی بھی جان قصاص میں لی جائے گی۔ قصاص میں یہ حکم ہوتے ہوئے دیت میں فرق کی وجہ یہ

ہے کہ دیت دراصل جان کی قیمت نہیں ہے۔انسانی جان کی تو کوئی قیمت ہو ہی نہیں سکتی۔قرآن کہتا ہے: من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا (جس کسی نے کسی کو قتل کیا بغیر اس کے اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا ملک میں فساد مچایا ہو‘ تو اس نے گویا قتل کر دیا سارے انسانوں کا۔’’(المائدہ‘۳۲۶) ایسی جان کی کیا قیمت لگائی جانی ممکن ہے؟ پس یہ دیت میں مرد کے خون کا بدلہ ہو یا عورت کے خون کا‘ یہ اس کی جان کی قیمت نہیں ہے‘ یہ اس نقصان کی قیمت ہے جو کسی گھرانے کو اس کے ایک فرد کی جان کے ضیاع سے پہنچتا ہے۔جذباتی نقصان کے اعتبار سے یہ ہر دو صورت میں برابر ہو سکتا ہے۔مگر مادی نقصان کسی گھرانے کو (سوائے شاذ و نادر صورتوں کے) مرد ہی کی جان جانا سے زیادہ لاحق ہوتا ہے۔لہٰذا اس کا مادی بدلہ بھی زیادہ ہے۔

الغرض ایسے جس معاملے کی گہرائی میں بھی جایا جائے گا‘ صاف نظر آ جائے گا کہ مسئلہ عدم مساوات کا نہیں ہے‘ ایک دوسری شئی ہے جو تفریق کا باعث بن رہی ہے! مگر جادو تو نام ہی اس شئی کا ہے جو سر پر چڑھ کے بولے‘ مغرب کے اس افسون مساوات نے حالت یہ کر دی ہے کہ ہماری بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کو علامہ اقبال تک کے ایسے اشعار میں نسوانیت کی توہین نظر آنے لگے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ ’’نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد‘‘ یا ایسے صدیوں سے چلے آنے والے محاورے جیسے: ’’ہم نے چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔‘‘ ان میں خرابی یہ ہے کہ یہ عورت ذات کو کمزور دکھاتے ہیں لیکن ان خواتین کو اس انگریزی محاورے پہ اعتراض کرتے کبھی نہ پایا جائے گا‘ جس میں کہا جاتا ہے لیڈیز فسٹ (Ladies First) حالانکہ یہ بھی لیڈیز کو کمزور (صنف نازک) ماننے ہی پر مبنی ہے اور واقعہ میں عورت کی کمزوری اور نازک اندامی ایک ایسی حقیقت ہے کہ مغرب کی عورت کو بھی اس کا اقرار کئے بغیر چارہ نہیں۔چند سال پہلے کی اسی لندن کی بات ہے جہاں یہ راقم رہ رہا ہے‘ کہ ایک جنسی حملہ آور نے علاقے کی عورتوں کے لئے بڑا مسئلہ بنا رکھا تھا‘ پولیس اس کی گرفت میں ناکام ہو رہی تھی‘ آخر میں تدبیر یہ سوجھی کہ ایک خاتون پولیس آفیسر کو اس کے لئے پھندے کے طور پر استعمال کیا جائے۔یہاں کی خواتین ماشاءاللہ عام طور پر یوں بھی صحت مند اور توانا ہوتی ہیں۔پھر پولیس میں تندرستی اور قد کاٹھ کو خاص طور پر دیکھا جاتا ہے‘ مزید برآں مجرمین سے عہدہ براہونے کی خصوصی ٹریننگ ان لوگوں کو ملتی ہے اور جب یہ مہم ایک معلوم طور پر خطرناک قسم کے مجرم کی گرفتاری کی مہم تھی‘ تب تو کیا شبہ ہے کہ پولیس فورس نے اپنی مضبوط ترین خاتون افسر کو میدان میں اتارا ہوگا۔مگر اس خاتون کا بیان تھا کہ جب اس نے مجھے گرفت میں لیا تو لگتا تھا کہ میرا دم نکل جائے گا۔مگر میرے ساتھی جو آس پاس مستعد تھے جلد ہی میری مدد کو آ پہنچے۔اب ضرورت نہ مغرب کو برا بھلا کہنے کی ہے نہ اس سے متاثر ہونے والوں کی ضرورت اس راز کو پانے کی ہے ہماری کوششیں اس جادوگری کے توڑ میں کیوں ناکام ہیں؟

(قسط نمبر 5) ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی، ملتان

ازدواجی تعلقات اور

شوہر بیوی کے لئے ضروری تنبیہات و ہدایات

(تنبیہ الزوجین)

<u>شادی کے بعد کیا ہوگا:</u>

کسی زمانے میں تو شادی کی ایک قسم ہوتی تھی، یعنی ماں باپ نے لڑکی تلاش کی اور شادی طے پا گئی۔ اسے آجکل آرینجڈ میرج (Arranged Marriage) کہتے ہیں، اس میں فائدے زیادہ ہوتے تھے۔ اور اب بھی ہوتے ہیں۔ عموماً ماں باپ اپنے عزیز و اقرباء میں رشتہ کرتے تھے، لڑکے اور لڑکی کے گھرانے کو ان کے مزاج رہن سہن، مالی حیثیت کے متعلق سب معلوم ہوتا تھا، اس طرح لڑکی والوں کو لڑکے کے مزاج اور مالی حیثیت چال چلن، کے بارے میں سب نہیں تو بہت کچھ معلوم ہوتا تھا، لڑکی کی آمد و رفت بھی رشتہ دار ہونے کی وجہ کبھی نہ کبھی ہوتی رہتی تھی، اس طرح لڑکی بھی لڑکے کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی، لڑکی والے یا لڑکی بذات خود یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ اس کی قسمت پھوٹ گئی۔ "شادی کے بعد اگر تنگا ترشی ہو رہی ہے تو مل جل کر صبر و شکر کے ساتھ گزارا ہوتا رہتا تھا۔

شادی کی ایک اور قسم اب "لو میرج" (Love Marriage) کہلاتی ہے، کالج، یونیورسٹیوں دفتر میں رومانس شروع ہوا لڑکی اور لڑکے دونوں نے اپنے چال چلن رہن سہن مالی حالات پر ایک بناوٹی خول چڑھا رکھا ہوتا ہے۔ رومانس کے دوران کسی کی اصلیت معلوم نہیں ہوتی۔ بس رات اور دن دونوں پر عشق کا بھوت سوار رہتا ہے، ماں باپ کو علم ہو گیا تو لڑکی کی وساطت سے رشتہ ہو گیا شادی ہو گئی سال بھر میں سب بناوٹی خول آہستہ آہستہ اتر جاتا ہے۔ اصلیت سامنے آجاتی ہے، لڑکی جو پہلے سمجھتی تھی کہ عیش و آرام کرے گی۔ گھریلو زندگی میں پابندیوں سے اکتا جاتی ہے لڑکی والے اگر متمول ہوتے ہیں تو لڑکی کے نخرے اور زیادہ آسمان پر ہوتے ہیں، بیٹی کو ہر تنگا ترشی میں دیکھ کر داماد کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں، بیٹی تعلیم یافتہ ہے تو اس کی ماں باپ گھر کے خانہ داری کے عذاب سے جان چھڑانے کے لئے اس کو ملازمت کی جانب رغبت دلانا شروع کر دیتے ہیں۔ بچہ ہو گیا تو واویلا مچا دیتا ہے، لڑکی کی ماں بہنیں الٹی سیدھی پٹی پڑھاتی ہیں، کہ تجھے چولہا جھونکنے کے لئے تو نہیں بھیجا تھا، میری بچی تو نوکرانی بن کر رہ گئی۔

قصہ کوتاہ یہ کہ شادی کے بعد حالات دونوں صورتوں میں بگڑ سکتے ہیں، مگر پہلی صورت یعنی ارینجڈ میرج میں کم امید ہوتی ہے، مگر لومیرج میں زیادہ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لڑکی کو تعلیم خصوصاً ٹیکنیکل تعلیم دلائی جائے، تعلیم کا جہاں تک تعلق ہے بہتر چیز ہے مگر موجودہ ماحول یعنی مخلوط تعلیم کے جو اثرات مرتب ہورہے ہیں وہ بہت زہریلے ہیں، اس کے بعد میڈیا نے خصوصاً عورت پر بہت برے اثرات پیدا کر لئے ہیں۔ پھر بات آتی ہے آزادی نسواں کی اسلام کی بنیادی شرط عورت کے لئے چادر اور چار دیواری کا تحفظ ہے، اس کے دائرے میں ہر مسلمان کو اپنا دائرہ کار مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ ٹیکنیکل تعلیم بالعموم ڈاکٹری کی ہے ضرور دلائی جائے۔ ہسپتال میں تعلیم کے دوران چادر چار دیواری کا برقرار رہنا ناممکن ہے۔ جیسے تیسے وقت گزر گیا، پھر ڈاکٹر بن کر مخلوط ہسپتال میں ملازمت کے دوران .... نو کمینٹس!

صرف ایک بات عرض کرنی ہے ضروری ہے کہ ماں باپ اس بات کو نہ بھولیں اور بیٹی کو بھی بتا دیا جائے کہ یہ گھر اس کا ہے، اس کا گھر اس کے شوہر کا گھر ہوتا ہے۔ خصوصاً ماں کو اس بات کی تلقین متواتر کرنی چاہیے کہ تعلیم کے دوران، اعلیٰ تعلیم کے دوران کہ تمہارا شوہر تمہاری عادت سے خوش رہنا چاہیے۔ سسرال والے تمہاری عزت صرف اس صورت میں کریں گے جب شوہر کے گھر کو اپنا گھر سمجھوگی۔ جو کچھ شوہر کے پاس ہے وہ تمہیں معلوم ہے اس میں گزارا کرو، طعنے تشنے نہ دے۔ اگر تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ جو تمہارا شوہر کماتا ہے سوائے تمہارے، تمہارے بچوں اور تمہارے گھر کے علاوہ کسی دوسرے کام میں خرچ نہیں کرتا تو ہرگز نہ لڑو۔ حضور ﷺ عید کے دن عید کی نماز پڑھنے گئے، عورتوں کو مجمع سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا کہ تم صدقہ دیا کرو میں نے عورتوں کو بہت کثرت سے جہنم میں دیکھا ہے، کیونکہ عورتیں طعنے تشنے غیبتیں خاوند کی ناشکری بہت زیادہ کرتی ہیں۔ (راوی حضرت ابوسعید۔)

مرد تحمل و برداشت کیا کرے:

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا کہ ''عورتوں کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرو'' (النساء ۱۹)

اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنے سے چند روز زندگی یقیناً اطمینان کے ساتھ گزر جائے گی اور بندوں کو حقوق اللہ اور حقوق العباد بجالانے کا بھی موقع حاصل ہوگا۔ نیز گھر میں بچوں کی تربیت اور پرورش بھی عمدہ طریقے سے ہوسکتی ہے۔ اہل وعیال کے ساتھ جہاں تک ہوسکے اپنے وسائل میں گزارا کرتے رہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ بہترین سلوک کرنے والا ہوں۔ (الجامع الصغیر۔ ص ۱۷)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''عورتوں کے بارے میں وصیت قبول کرو'۔ پس تحقیق عورت پسلی سے پیدا ہوئی تھی، پسلی میں ٹیڑا پن ہوتا ہے اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے، تم کو چاہیے کہ اس کی بدمزاجی پر صبر کرو، نہ اس سے

بالکل غافل ہو نہ ہر بات پر مواخذہ کرو۔ (مشارق الانوار)

مرد اور اجنبی عورت کا ساتھ:

اجنبی عورت کے ساتھ مرد کو تنہائی میں بیٹھنے کی سخت مخالفت فرمائی گئی ہے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''تم میں سے کوئی کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہرگز نہ بیٹھے جب تک اس کا ساتھ اس کا کوئی محرم نہ ہو'' (بخاری و مسلم)

اس حدیث مبارکہ میں آج کل کے معمولات پر ذرا غور فرمائیں اور سر پکڑ کر بیٹھے اگر آپ کی بیوی یا جوان لڑکی ملازمت کے جنجال میں پھنسی ہوئی ہے تو کیا نہیں ہوتا ہوگا۔ شیطان کا کام یہی ہے کہ وہ گناہ کراتا ہے جب کوئی مرد غیر عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو شیطان وہاں ضرور ہوتا ہے۔ جو دونوں کے جذبات کو ابھارتا رہتا ہے اور دونوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے حضور ﷺ سے حضرت عمرؓ نے روایت فرمائی کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے

''جب بھی کوئی مرد غیر عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوگا تو وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے'' (مشکوۃ شریف)

اس وجہ سے غیر عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے کے لئے سخت ممانعت کی گئی ہے اس ممانعت پر سختی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے خواہ وہ غیر مرد استاد ہو یا پیر یا کوئی بھی غیر محرم ہو اس واسطے عورتوں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے سے سخت پرہیز کی ضرورت ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں سختی سے منع کیا گیا کہ کوئی مرد اپنی بیوی یا محرم عورت کے علاوہ کسی غیر محرم کے ساتھ رات نہ گزارے اس میں بڑی مصلحت اور حکمت ہے یوں ہر وقت ہی نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنا منع ہے مگر رات کے وقت خصوصاً جیسا کہ اس حدیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''خبردار کہ کوئی شخص کسی بے شوہر والی عورت کے پاس رات نہ گزارے۔ اِلّا یہ کہ وہ شخص اس عورت سے نکاح کرلے یا اس عورت کا محرم گھر میں موجود ہو (مشکوۃ شریف)

اگر کوئی مرد اس حکم کی خلاف ورزی کرے تو عورت کو لازم ہے کہ وہاں سے چلی جائے اور مرد کو تنہا چھوڑ دے حدیث ہے کہ ''جس عورت کا شوہر نہ ہو یعنی بیوہ بھی اور کنواری بھی کیونکہ اس وعید میں عورت بھی برابر کی شریک ہوتی ہے۔

عدل واحسان عورتوں سے:

اسلام میں عدل اور احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن کھولیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے وہ تمہیں اس امر کی نصیحت کرتا ہے'' (النحل۔۹۰)

یہ سوچیں جب عدل واحسان کا حکم اتنا عام ہے تو عورت جو انسانی برادری کا اہم ترین حصہ ہے وہ اس برکت سے کیسے محروم رہ سکتی ہے۔ اسلام سے پہلے عورت ذات کی جو حیثیت تھی اس کا اندازہ سورۃ النحل کی اس آیت سے لگا سکتے ہیں:

ترجمہ: جب ان میں کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو اس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے' لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔

یہ امر واقع ہے کہ لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے۔ ان سے روز قیامت سوال کیا جائے گا کہ تم نے اسے کس جرم میں قتل کردیا۔ قرآن پڑھیے

ترجمہ: جب جان ڈالی جائے گی (یعنی مردے میں قیامت کے دن) اور زندہ گاڑھی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی تھی۔ (التکویر۔۹۔۸) اس آیت میں اس غضبناکی کا تصور ہے جو ان کے باپ سے پوچھا جائے گا' تم نے اس معصوم بچی کو کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا تھا۔

عورت میراث کا مال ہے:

لیکن جب حضور کائنات ﷺ تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعہ دنیا کو آخری سچے دین اسلام سے سرفراز فرمایا تو عورت کے حق میں متعدد قانونی احکامات جاری کیے گئے۔ آپ ﷺ سے پہلے عورت میراث کا مال شمار ہوتی تھی۔ اگر مرد مرگیا تو اس کا مال ومتاع اور عورت خود میراث کا مال بن جاتی تھی جس کے حصہ میں مال آیا اس بیوہ کے ساتھ جو چاہے کرتا رہے۔ سورۃ البقرہ پڑھیے۔ عورت اور مرد کے لئے اصول مرتب فرمائے گئے ایک دوسرے کے قریب رہیں۔

ترجمہ: تمہارے لئے روزوں کی رات میں بیوی کے پاس جانا حلال کردیا گیا' وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کیلئے۔ (البقرہ ۱۸۷) یعنی جس طرح مرد عورت کے لئے بمنزلہ لباس ہے اس طرح عورت مرد کے لئے بمنزلہ لباس قرار دی گئی۔ زندگی کے معاملات میں عورت کی مرضی کو قانونی حق تسلیم کرلیا گیا۔ مرد کی زیادتیوں کی شکل میں علیحدگی کی خاطر اسے خلع کی اجازت دی گئی اور مردوں کو ان کے ساتھ حسن معاشرت کی تعلیم دی گئی۔

اس آیۃ کریمہ کی تفسیر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ تمہارے لئے حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو نہ یہ حلال ہے کہ ان کا مال کھاؤ۔ اگر عورت کا شوہر مرگیا اور وہ بیوہ ہوگئی تو مرنے والے کی میراث کو اپنا سمجھ کر اس کے دلی وارث نہ بنو۔ شوہر کے مرنے کے بعد عورت آزاد ہے۔ عدت گزار کر جہاں چاہے جائے۔ اپنا مال جہاں چاہے خرچ کرے' جس سے چاہے نکاح کرے یا بغیر نکاح کے زندگی خوشی سے گزار ڈالے۔

بیٹی کے ساتھ سلوک:

حضور اکرم ﷺ نے اسے جنت کی بشارت دی جس کے گھر لڑکی ہے اور اس سے بہتر سلوک کرتا ہے، لڑکوں اور لڑکیوں سے سلوک میں ترجیحانہ سلوک نہیں کرتا، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جس شخص پر اللہ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی اور مرد نے انکے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لئے دوزخ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی۔

شوہر کی ذمہ داریاں:

ازدواجی زندگی میں خاوند کو چند در چند ہدایات دی گئیں۔ اس پر اس کا حق مہر ضروری قرار دیا گیا۔ اسکے نان نفقہ کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ بخاری اور مسلم کی ایک روایت کے بموجب حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ''بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔'' امام ترمذیؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت بیان فرمائی ہے کہ مسلمانوں میں اس مرد کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کا اخلاق بیوی کے ساتھ لطف اور محبت کا ہے۔ خود حضور ﷺ کے مطابق ارشاد ہے: کہ ''میں اپنی بیویوں کے لئے بہت اچھا ہوں'' اور یہی بیوی اس کے بچوں کی ماں بن گئی تو اولاد کو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی تعلیم دی۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر و حکم ملاحظہ فرمائیے

ترجمہ: تمہارا اللہ خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے، تم نیک بن کر رہو تو وہ ایسے سب لوگوں کے لئے درگزر کرنے والا ہے۔ جو اپنے قصور پر متنبہ ہو کر بندگی کے رویہ کی طرف پلٹ آئیں۔ (بنی اسرائیل۔ ۲۵)

ماں باپ کی اطاعت کے لئے حکم ہے کہ ان کو اف بھی نہ کہو۔ حضور علیہ والسلام والتسلیمات کا ارشاد ہے کہ آپ نے ماں کا حق باپ سے زیادہ قرار دیا۔ ایک اور روایت میں جنت کو ماؤں کے قدموں کے نیچے بتایا ۔

ایک اور صاحب نے اپنے گناہوں کے متعلق معافی کا طریقہ معلوم کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری والدہ زندہ ہے جب کہ بتایا نہیں مگر خالہ زندہ ہے، تو ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو، یہی توبہ اور نجات کا راستہ ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر کی بیٹی حضرت اسماءؓ کو فرمایا کہ تم اپنی کافر ماں سے صلہ رحمی کیا کرو۔

حتیٰ کہ ماں اور باپ کے رخصت ہو جانے کے بعد یعنی مرنے کے بعد بھی ان کے لئے دعا کیا کرو اور استغفار کیا کرو، ان کی خدمت کو عمر کی زیادتی کا باعث اور ان کی نافرمانی گناہ کبیرہ میں شمار کیا۔ الغرض عورت کو اسلام نے پورے پورے حقوق دیئے ان کے ساتھ عدل واحسان نیکی اور بھلائی کی تعلیم دی اور ایسے شخص کو دنیا و آخرت میں لعنتوں کا مستحق قرار دیا، یہی حکم بیوی کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:

''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، چار گواہ نہ لے کر آئیں تو ان کو اسی کوڑے مارو ان کی شہادت نہ قبول کرو۔'' (النور۔۴)

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی۔ ان کے لئے بڑا عذاب

ہے (النور۔۲۳) مزید ملاحظہ فرمائیں۔ وہ عورتیں جو غریب ہوں اور نکاح نہ کرسکیں ان کو چاہیے کہ عفت مآبی اختیار کریں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے گا (النور۔۳۳)

قرآن وسنت کے یہ ارشادات اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ عورت کا اسلام میں بلند مقام ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ لڑکیوں کو فطری حیاء وشرم کے تقاضوں کو پامال کر کے معاشرے میں فٹ کرنے کیلئے مغربی تعلیم دی تو یہ عدل و احسان نہیں بلکہ ظلم ہے، اپنے ساتھ اور عورت کے ساتھ بھی۔

صالح مرد اور عورت کا ٹھکانہ:

ایمان لاکر نیک کام کرنے اور بھلے کاموں میں مصروف رہنے والے (مرد اور عورتوں) کی جزا اللہ کے ہاں جنت ہے، اور ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں، ان کے لئے تیار ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ان باغات اور دل پسند مقامات میں ہمیشہ رہیں گے، پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہوں گیا ور اللہ ان سے راضی ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیں قرآن کیا کہتا ہے۔

بیشک جو ایمان لائے اور نیک کام کئے یہی لوگ بہترین مخلوق ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے لئے بہشت ہیں، ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ ان سے راضی ہوئے۔ یہ اسکے لئے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔ (البینہ۔۸۔۷)

مزید دیکھیں کہ ارشاد ربانی کیا ہے۔ اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا وعدہ کیا ہے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور عمدہ مکانوں اور ہمیشگی کے باغوں میں اللہ کی رضا ان سب سے بڑی ہے، یہی وہ بڑی کامیابی ہے۔ (التوبہ۔۷۲)

بڑا کنبہ بڑا ثواب:

آج کل پاکستان میں حکومت کی طرف سے شد ومد سے تشہیر ہورہی ہے۔ ''چھوٹا کنبہ خوشحال گھرانہ''

سبحان اللہ ہم لوگ ناشکرے ہوگئے ہیں، اللہ کا ارشاد ہے کہ رزق ہم دیتے ہیں کسی طریقے سے رزق آتا ہے یہ وہی رازق جانتا ہے۔ میں اس سلسلے میں حضور ﷺ کے اقوال نقل کررہا ہوں:

۱۔ حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ جو لوگ پہلے جنت میں داخل ہوں گے ان میں ایک وہ ہوگا جس کا کنبہ بڑا ہے۔ (ابن حزیمہ وترمذی ترغیب۔۱۵)

۲۔ حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ جو اپنے بچوں کو پالنے کے لئے فکر میں دوڑ دھوپ کرتا ہے اسے اللہ کی راہ میں جہاد کا اجر ملتا ہے۔ (طبرانی ترغیب ۱۶)

۳۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بال بچوں کے غم میں مبتلا کرتا ہے تا کہ اس فکر وغم سے اس کے گناہ مٹتے رہیں۔

۴۔ بعض غم ایسے ہوتے ہیں کہ جنکو بال بچوں کی فکر اور معاش کا غم ہی مٹا سکتا ہے۔(امام غزالیؒ احیاء العلوم۔۳۷)

۵۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک ایک میدان میں جہاد میں موجود تھے ساتھیوں سے فرمایا۔کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے اس جہاد سے بہتر عمل کون سا ہے' پھر خود ہی فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جس کے بال بچے زیادہ ہوں' وہ رات کو اٹھ کر اپنے بچوں پر جو ننگے سو رہے ہوں (تنگدستی کی وجہ سے) اپنی چادر سے انہیں ڈھک دیں۔

ماں کی طرف سے صدقہ:

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ اس کی ماں مر چکی ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ مرتے وقت اگر بات کر سکتی تو خیرات کرنے کو کہتی۔اگر میں ان کی طرف سے اب صدقہ یا خیرات کروں تو اس کو ثواب ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ضرور کرو ماں کے لئے ضرور کرو ثواب ہوگا۔نیک اولاد اپنی ماں اور باپ کیلئے صدقہ اور خیرات ضرور کیا کریں۔میت کو احادیث صحیحہ کے مطابق ایصال ثواب کے لئے اجر بالکل واضح ہے۔

بیوی کو ماں مت بناؤ:

عرب میں شوہر اور بیوی کی اگر زور شور سے لڑائی ہو جاتی تھی تو شوہر غصہ میں آ کر کبھی بیوی کو کہہ بیٹھتا تھا کہ ''تو میرے لئے ایسی ہے جیسی ماں'' اس محاورے کا اصل مفہوم تو یہ نکلتا ہے کہ ''تو میرے اوپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ'' جس کو اس ''سنس'' میں لیا جاتا تھا' کہ اگر تیرے ساتھ مباشرت کروں تو ایسا جیسا اپنی ماں کے ساتھ مباشرت کروں۔اس فعل کا نام ''ظہار'' ہے۔جاہلیت کے زمانے میں اہل عرب کے ہاں یہ طلاق بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید قطع تعلق کا اعلان سمجھا جاتا تھا اس بناء پر اہل عرب کا نزدیک طلاق کے بعد تو رجوع کی گنجائش ہو سکتی تھی مگر ''ظہار'' کا بعد رجوع کا امکان باقی نہ رہتا تھا۔

مدینہ منورہ میں قبیلہ خزرج کی ایک خاتون خولہ بنت ثعلبہؓ رہتی تھیں۔ایک دن وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور فریاد کی کہ ان کے شوہر اوس بن صامت انصاریؓ نے انہیں ظہار کہا ہے' اور کہنے لگیں کہ اگر ہم دونوں میں جدائی ہوگئی تو میں مصیبت میں پڑ جاؤں گی اور میرے بچے تباہ ہو جائیں گے۔عین اس وقت حضور ﷺ پر نزول وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور سورۃ المجادلہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

ترجمہ: ''اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے..........تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں ان کی بیویاں

ان کی مائیں نہیں ہیں۔ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے'' (المجادلہ۲۔۱)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ایک شخص منہ پھوڑ بیوی کو ماں سے تشبیہ دے دیتا ہے تو اس کے کہہ دینے سے بیوی ماں نہیں بن سکتی، کیونکہ اس کو (اس بیوی نے) جنا نہیں۔محض منہ سے کہہ دینے پر اس کی ماں نہیں بن سکتی۔اس بارے میں عقل، اخلاق، قانون کسی چیز کے اعتبار سے بھی وہ حرمت کیسے ثابت ہوگی جو اس امر واقعی کی بناء پر جننے والی ماں کے لئے ہوتی ہے۔بیوی کو ماں کہہ دینے سے اس آدمی کو سزا ملنی چاہیے۔مگر یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے اول تو ظہار کے معاملے میں جاہلیت کے قانون کو منسوخ کر کے خانگی زندگی کو تباہی سے بچالیا دوسرے اس فعل کے ارتکاب کرنے والے کو بہت ہلکی سزا تجویز فرمائی۔

ترجمہ:　جو لوگ اپنی بیوی سے ظہار کریں پھر رجوع کریں تو قبل اس کے ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں ایک غلام آزاد کرنا ہوگا'اور جو شخص غلام نہ پائے دو مہینہ کے روزے پے در پے رکھے۔جو اس پر بھی قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔یہ حکم اس لئے دیا جارہا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ'' (المجادلہ۴۔۳)

حضرت عمرؓ اور ایک عورت:

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کچھ اصحاب کے ساتھ کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستے میں ایک عورت نے آپ کو اشارہ کیا۔آپ نے اس عورت کو دیکھا تو فوراً رک گئے۔بہت دیر تک وہ عورت باتیں کرتی رہی۔آپ سر جھکائے اس کے سامنے کھڑے رہے، ساتھیوں میں سے کسی نے عرض کیا ''اے امیر المومنین آپ قریش سرداروں کے ساتھ ہیں جن کا اہل عرب احترام کرتے ہیں، ان سب کو آپ نے اس بڑھیا عورت کی وجہ سے اتنی دیر انتظار کرایا، اور دھوپ میں روکے رکھا''

حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ، تم جانتے ہو یہ کون عورت تھیں یہ حضرت خولہؓ بنت ثعلبہ تھیں، یہ وہ عورت ہے جس کی آواز سات آسمانوں پر سنی گئی۔خدا کی قسم اگر مجھے تمام دن، تمام رات کھڑا رکھتی تو میں اس کے سامنے کھڑا رہتا۔

ابن عبدالبرؒ نے استعیاب میں قتادہ کی روایت نقل کی ہے کہ عورت کہنے لگی کہ اے عمرؓ رعیت کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو جو اللہ کی وعید سے ڈرتا ہے اس کے لئے دور کا آدمی بھی قریبی رشتہ دار کی طرح ہوتا ہے۔اور جو موت سے ڈرتا ہے اس کے حق میں اندیشہ ہے کہ وہ اسی چیز کو کھو دے گا جسے بچانا چاہتا ہے۔یہ سن کر حضرت عبدیؓ کہنے لگے کہ امیر المومنین اس عورت نے آپ کے ساتھ زبان درازی کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انہیں کہنے دو، جانتے نہیں یہ کون ہیں کہ نبی ﷺ سے اس نے فریاد کی تو حضرت جبرائیلؑ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس عورت کیلئے لے کر آئے تھے لہذا مجھے تو اس کی بات بدرجہ اولیٰ سننی چاہیے۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب *
ضبط و ترتیب: حافظ محمد سلمان الحق انوار

نعمتیں انعام بھی اور امتحان بھی

اموال و اولاد کا فتنہ۔ رزق حلال، کسب حلال میں اعتدال اور اسراف و تبذیر کی مضرتیں

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم ۔ امابعد فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم یا ایها الذین امنو الا تلهکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر الله ومن یفعل ذالک فا ؤلیک هم الخاسرون ۔وانفقوا مما رزقناکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق و اکن من الصالحین ولن یوخر الله نفساً اذا جاء اجلها والله خبیر بما تعملون ۔ صدق الله العظیم ۔

ترجمہ: اے مومنو! غافل نہ کردیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں خسارہ میں اور خرچ کرو جو کچھ ہمارا دیا ہوا ہے اس سے پہلے کہ آ پہنچے تم میں کسی کو موت اور پھر کہے اے رب کیوں مہلت نہ دی مجھ کو، تھوڑی سی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں ۔اور ہرگز اللہ مہلت نہ دے گا کسی نفس کو جب آپہونچا اس کا وقتِ موت ۔اور اللہ کو جو کچھ تم کرتے ہو خبر ہے۔ (سورۃ منافقون پارہ ۲۸)

دنیا کی محبت تمام گناہوں کا سرچشمہ:

سورۂ منافقون کی ان آخری آیات میں اللہ جل مجدہٗ مومنوں کی ایک ایسی بیماری کا ذکر فرما رہے ہیں جو کہ تمام گناہوں کا سرچشمہ اور منبع ہے اور بہت کم ایمان کے دعویدار اس مرض سے محفوظ ہیں بس فرق یہی ہے کہ کوئی زیادہ گرفتارِ

---

* نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مرض ہے اور کوئی کم نیز بیماری سے بچاؤ کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے وہ مرض ایسا مرض کہ اس میں مبتلا ہو کر بھی انسان اپنے آپ کو مبتلائے مرض نہیں سمجھتا اور یہ تباہی و ہلاکت کی طرف تیزی سے جانے کا ایک اہم سبب ہے کیونکہ اگر ایک آدمی کسی بیماری میں گرفتار ہونے کے بعد اپنے آپ کو بیمار سمجھے اگر فوراً نہیں تو کبھی تو بیماری کا علاج اور ازالہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدابیر سوچ لے گا اور جب بیماری میں مبتلا شخص اپنے آپ کو بیمار ہی نہ سمجھے تو آپ سوچیں کہ اس بے وقوف کا انجام کیا ہوگا۔ اپنی تباہی و بربادی کا ذمہ دار خود ہی ہوگا۔ اور وہ تمام گناہوں کی جڑ دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ کی اطاعت، حضورؐ کی تابعداری اور یاد آخرت سے غافل ہونا ہے۔ اس سورۃ کے ابتداء ہی میں منافقین کا ذکر اور ان کی مذمت اسی لئے فرمائی گئی کہ ان کی گمراہی کی اصل وجہ محبت دنیا اور اس میں کھپ جانا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اللہ اس کے پیغمبرؐ اور مسلمانوں کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ اسی خطرناک مرض سے اہل ایمان کو بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ انسان کے ایمان کے لئے سب سے زیادہ تباہ کن بات یہ ہے کہ آخرت کو چھوڑ کر دنیا میں مستغرق ہو جائے اور اعلیٰ مقصد کو ترک کر کے ادنیٰ کو اپنے لئے پسند کرے آخرت کے اعلیٰ اور پائیدار ہونے اور دنیا کے حقیر اور فانی ہونے پر قرآن مجید کی کئی آیات اور حضورﷺ کے بے شمار ارشادات واضح دلالت کرتے ہیں۔

مال و اولاد:

آیتِ مبارکہ میں آخرت سے غفلت دلانے والی چیزوں میں صرف مال و اولاد کا ذکر کیا گیا جس کی وجہ یہ کہ بنی آدم اکثر انہی دو اشیاء کی خاطر دین و مذہب سے غافل ہو کر بے دینی کی راہ پر چل پڑتے ہیں ورنہ وہ تمام امور جو انسان کو آخرت سے بے پرواہ بنا کر مادہ پرستی اور بے راہ روی کی طرف لے جائیں اور اللہ کی یاد سے غافل کر دیں مراد ہیں۔ اگر انسان قرآنی آیات اور حضورﷺ کے اقوال کی روشنی میں آخرتؔ اور دنیاوی جاہ و جلال کا موازنہ غور و تدبر سے کر لے تو کبھی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیتا۔ دنیا کی زندگی اور اس کے مال و متاع کو تو اللہ نے محض کھیل و تماشہ قرار دیا۔

ارشاد ہے: وما هذه الحيوة الدنيا الا لهو ولعب وان الدار الاخرة لهى الحيوان لو كانوا يعلمون (سورۃ العنکبوت آیت ۶۴)

ترجمہ: اور یہ دنیا کی زندگی تو بس دل بہلانا اور کھیل تماشا ہے اور آخرت کا گھر تو حقیقی زندگی ہے کاش ان کو سمجھ ہوتی۔

انسان کو چاہیے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی کو سب کچھ سمجھ کر آخرت کی فکر سے غافل نہ ہو کیونکہ اصلی اور دائمی زندگی آخرت کی ہے۔ دنیا کو نہ بقا ہے اور نہ دوام بلکہ اس کا زوال یقینی ہے۔ دنیا کی زندگی کو کھیل و تماشہ سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح کھیل کود کا تماشا چند لمحوں میں ختم ہو جاتا ہے یہی حال دنیوی زندگی کا بھی ہے۔

دنیا کی حقیقت:

حضور اکرمﷺ نے صحابہؓ کو دنیا کی حقیقت اور حیثیت بتلانے کے لئے انتہائی حکیمانہ اور ناصحانہ انداز میں ایک

دفعہ بکری کے مردہ بچے سے گزرتے ہوئے سوال کیا کہ اس مردہ بچے کو جس کے کان بھی ناقص اور چھوٹے ہیں کون ایک درہم میں لینا چاہے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس مرے ہوئے بچے کو خرید کر اس سے تو کوئی فائدہ نہیں لیا جا سکتا' اسے کیونکر خریدا جائے' حضورؐ نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ اگر خریدنا ناممکن ہو تو کیا اسے کوئی بلا قیمت لینے کے لئے بھی تیار ہے یا نہیں۔ جواباً انہوں نے کہا کہ اس ناقص اعضاء والے بکر'ے کو اگر زندہ بھی ہوتا تو بے کار ہونے کی وجہ سے کوئی نہ لیتا چہ جائیکہ مردار ہونے کے بعد کوئی اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ رحمۃ للعالمینؐ نے فرمایا بس یہی سمجھانے کیلئے آپ لوگوں کو اس مردہ بچے کے خریدنے اور پھر مفت لینے کی پیشکش کی کہ اللہ کی نظر میں اس دنیا کی حقیقت اس مردار بچے سے بھی زیادہ حقیر اور کم قیمت ہے' بلکہ کوئی قدر و قیمت ہی نہیں۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک اس دنیا اور اس کے مال و متاع کی وقعت مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو اس سے ایک قطرہ بھی حاصل نہ ہوتا۔ مسلمان کے لئے دنیا میں سب سے بہترین نمونہ جس کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے۔ حضورؐ ہی کی حیات طیبہ ہے اب ذرا دیکھ لیں کہ حضورﷺ نے دنیا کے عیش و عشرت اور آرام طلبی سے کتنا حصہ حاصل کیا۔ دنیا سے حضورؐ کے لاتعلق رہنے اور بے رغبتی کے لئے عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل شدہ اس ایک واقعہ کو ہم اپنے لئے مشعل راہ اور ضابطہ رشد و ہدایت بنالیں تو آرام و راحت کے لئے ناجائز طریقوں سے دولت کے حصول کی آرزو اور حرص و لالچ کے دروازے بند ہو سکتے ہیں۔

<u>ایک مثال:</u>

عن ابن مسعودؓ ان رسول اللہ ﷺ نام علی حصیر فقام و قد اثر فی جسدہ فقال ابن مسعود یا رسول اللہ لو امرتنا ان نبسط لک و نعمل فقال مالی و للدنیا و ما انا و الدنیا الا کو اکب استظل تحت شجرۃ ثم راح و ترکھا (رواۃ الترمذی و ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ ایک چٹائی پر سو کر اٹھے تو چٹائی کے نشانات آپ کے جسم مبارک پر پڑ چکے تھے ابن مسعودؓ نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لئے نرم بستر ے اور آرام دہ کپڑوں کا انتظام کر دیں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھ کو اس دنیا کے عیش و آرام سے اور اس دنیا کو مجھ سے کیا تعلق۔ بلکہ میری اور اس دنیا کی مثال تو بس ایسی ہی ہے جیسے کوئی مسافر یا سوار کسی درخت کے نیچے سایہ کی تلاش میں آ کر کچھ دیر سایہ کے نیچے سکون و راحت حاصل کر کے پھر چل پڑے اور درخت و سایہ کو اپنی جگہ پر چھوڑ دے۔

جس کے امتی اور عاشق ہونے کے ہم زبانی دعوے کرتے کرتے تھکتے نہیں اس کی تو حالت یہ کہ دنیا کو آخرت کی ضد اور مقابل سمجھ کر اس سے اپنے ہر قسم کے تعلق اور رشتے کی نفی کر رہے ہیں اور ہم ہیں کہ دنیا اور اس کے وسائل کو حیات دائمی سمجھ کر اس کے اسباب عیش و عشرت سے ہمارا جی بھرتا ہی نہیں ہم میں سے دنیاوی اعتبار سے متوسط تو کیا کہ

غریب مسلمان بھی اپنے آرام کے لئے نرم ترین گدوں اور بستروں کے بغیر سونے کو آرام ہی نہیں سمجھتا اور ہر ایک گہری سے گہری نیند کا ایسا متلاشی رہتا ہے جیسے اس دنیا میں آمد کا مقصد ہی آرام وخواب ہو۔قربان جایئے رحمۃ للعالمین ﷺ سے کہ آپؐ نے قابل رشک آدمی اس شخص کو قرار نہیں دیا جو قارون کی طرح دولت وخزانوں کا مالک ہو، جو اقتدار اور حکومت کے بڑے سے بڑے عہدہ پر فائز ہو، جو بے حد حسین وصحت مند ہو، جس کی شہرت کے ڈنکے اطراف عالم میں بج رہے ہوں، روزانہ کے اخبارات ورسائل وذرائع ابلاغ اس کی تشہیر کرتے رہتے ہوں۔ ملازموں اور خادموں کی فوج ظفر موج اس کے آگے پیچھے ہو بے شمار قصیدہ خواں جس کی تعریف میں آسمان وزمین کے قلابے ملا رہے ہوں وارثوں اور پسماندگان کے لئے بنک اور تجوریاں بھری چھوڑ کر زندگی میں حرام وحلال کی تمیز کرنے سے عاری ہو اس کی موت کے بعد مرثیہ خواں اور رونے چیخنے والے لاتعداد ہوں۔ اپنے زمانہ کی لادینی سیاست اور سیاسی میدان کا مکار وعیار سیاستدان ہو۔ بلکہ اس شخص کو حضور نے اپنے برگزیدہ بندوں کی نظروں میں رشک کرنے کے قابل قرار دیا جو کہ ان کے اپنے ارشادات کے مطابق صفات کا حامل ہو جن کا ذکر ابوامامہ سے نقل کردہ اس تفصیلی حدیث میں ہو چکا ہے۔

حضور ﷺ کے دوستوں کا امتیاز

عن ابی امامہ عن النبی ﷺ قال اغبط اولیائی عندی لمومن خفیف الحاذ ذوحظ من الصلوۃ احسن عبادۃ ربہ واطاعہ فی السر وکان غامضافی الناس لایشار الیہ بالا صابع وکان رزقہ کفافا فصبر علی ذلک ثم نفذ بیدہ فقال عجلت منیتہ قلت بواکیہ قل تراثہ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ حضورؐ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میرے نزدیک میرے دوستوں میں یعنی مومنین میں انتہائی قابل رشک وہ مومن جو سبکسار ہے۔ نماز کی ادائیگی میں اس کا کافی حصہ ہے، اور اپنے رب کی تمام عبادات بہت اچھے انداز سے ادا کرتا ہے جس ظاہری طور پر عبادات ادا کرتا ہے اسی طرح مخفی طور پر بھی اللہ کی اطاعات وعبادات میں مصروف رہتا ہے، لوگوں میں غیر مشہور ہے یعنی لوگوں میں علم وعمل کی وجہ سے شہرت اس کی نہیں بلکہ گمنامی ہی میں اپنے علم وعمل کے ذریعے دین کی خدمت کررہا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہیں کیا جاتا اور اس کی زندگی کے اخراجات اور مصارف اس کے حاجات اور ضروریات کے مطابق ہیں۔

یہ فرما کر حضورؐ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے ذریعہ چٹکی بجائی اور فرمایا کہ اس کی موت بس یونہی اپنا کام جلدی میں مکمل کردیتی ہے اور اس کی موت پر رونے والی عورتیں بہت کم اور اس کا مال بھی نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔

قابل رشک کون؟

آپ حضرات نے یہ حدیث سن کر اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکنے کے بعد اندازہ کرلیا ہوگا کہ آج معاشرہ

میں ایک فرد کے قابل رشک ہونے کا جو معیار ہماری نظروں میں ہے وہ کیا ہے اور حضورؐ نے جو صفات بتائیں وہ کیا ہیں۔

ہم اپنی زندگی اور بود و باش کو خود ہی اپنے ہاتھوں مشکلات میں ڈال کر ہوسِ دنیا میں مبتلا ہو گئے' ہر کوئی صبح و شام اس مسابقت اور مقابلہ میں مصروف ہے کہ مادی وسائل زیادہ سے زیادہ راتوں رات حاصل کر کے دوسرے سے آگے نکل جائے۔ خواہ اس مسابقت کے لئے ہر قسم کے غیر اخلاقی اور غیر شرعی ذرائع کیوں نہ اختیار کرنے پڑیں۔

اگر ہم خیر القرون دور کے مسلمانوں کے حالات کا مطالعہ کریں تو ہمیں کہیں نظر نہ آئے گا کہ صحابہ کرامؓ نے ایک دوسرے سے مقابلہ' دولت کمانے اور دنیاوی شان و شوکت بڑھانے میں کیا ہو' بلکہ ان کا آپس میں اگر ایک دوسرے سے بڑھ جانے کا مقابلہ ہوا بھی تو صرف اعمال خیر میں۔ ہر صحابی کی خواہش رہتی ہے کہ فلاں نے وہ نیک عمل کیا' جہاد میں اتنا چندہ دیا' اتنی دفعہ جہاد میں شرکت کی۔ میں کیوں نیکیوں میں اس سے پیچھے رہوں' ہر کوئی ایک دوسرے سے مبادرت الی الخیرات اور مسابقت کی کوشش کرتا۔ صحابہ کرامؓ کا نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کے واقعات کئی خطبوں میں آپ سن چکے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ حضورؐ کے قریب ترین ساتھی اور صحابہؓ باوجود اس کے کہ فقر و فاقہ میں مبتلا رہے سر چھپانے کے لئے چھت نہیں بدن ڈھانپنے کے لئے ضروری حد تک لباس سے محروم ہیں۔ کئی کئی دن چند کھجوروں اور پانی کے چند قطروں کے سہارے زندگی کے سانس لینے پر اکتفا کرتے پھر بھی ان کے دل مال و زر کی محبت سے بالکل خالی ہیں اور نہ دنیا کی طرف رغبت۔

اصحاب صفہ

اصحاب صفہ ہی کی مثال لیجئے کہ بقول حضرت ابو ہریرۃؓ میں نے اصحاب صفہ میں ستر افراد کو دیکھا جن میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ اس کے پاس کوئی چادر ہو اور تہہ بند بھی ہو' یعنی دو کپڑے کا مالک ان میں کوئی بھی نہ تھا۔ اگر کسی کے پاس تہہ بند ہے تو بدن کے اوپر حصہ چھپانے کے لئے چادر نہیں اگر چادر ہے تو تہہ بند سے محروم بلکہ صرف چادر کو اس انداز سے گلے میں ڈالتا کہ بدن کا نچلا حصہ جس کو چھپانا فرض ہے۔ وہ حصہ اور نصف پنڈلیاں ڈھک جائیں' ان صعوبتوں کے ہوتے ہوئے ان کے نزدیک دنیاوی مال و متاع اور جاہ و حشمت کی کوئی قدر و قیمت ہی نہ تھی اسی سوال کا یہی ایک جواب ہے کہ وہ اپنے مرشد و محسن رحمۃ للعالمینؐ کے ارشادات و تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور اپنی جان سے عزیز سمجھنے کو اپنے دین و دنیا کے حقیقی فلاح کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھتے تھے' ان کو یقین تھا کہ حضورؐ کو فقر و فاقہ کی زندگی پر قناعت کرنا کسی مجبوری کے تحت نہ تھا بلکہ اپنے قصد و اختیار کا نتیجہ تھا کیونکہ آپ کو دنیا اور اس کے لذات و عیش و عشرت کے اسباب سے کوئی تعلق اور سروکار ہی نہ تھا بلکہ صرف اس قدر کھانے پر اکتفا کرتے کہ عبادت کے لئے بدن میں قوت رہے' یہی وجہ ہے کہ صحابی محبوب کبریا ﷺ کے ہر عمل کو اپنے لئے مشعل راہ سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا جذبہ اطاعت رسولؐ

حضرت ابو ہریرہؓ کا ایک دفعہ ایک مجلس سے گزر ہوا جو ایک دستر خوان پر جس پر بھنی ہوئی بکری پڑی ہوئی تھی کے گرد جمع تھے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو بھی کھانے کی دعوت دی انہوں نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ آنحضرت ﷺ اس دنیا سے اس حالت میں تشریف لے گئے کہ کبھی جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھرا۔ تو میں کیسے گوارا کروں کہ بھنی بکری جیسی لذیذ غذا سے اپنا پیٹ بھر دوں۔ یہ ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ پر صدق دل سے عمل کرنے کا مظاہرہ۔ اور اسی سنت نبویؐ کو مکمل طور پر اپنانے کا صلہ تھا کہ ہر صحابی اپنی اپنی جگہ آسمان رشد و ہدایت کا چمکتا ہوا ستارا بن کر ان کی تابعداری کو دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ اور زینہ قرار دیا گیا۔ صحابہؓ ہر حالت میں آخرت کے نفع و نقصان کو دنیا کے نفع و نقصان پر ترجیح دیتے تھے۔ اور آخرت کے دشوار گزار اور پرخار راستے سے گزرنے کیلئے اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ ہلکا کرنے کیلئے ہر وقت فکرمند رہتے۔ اور یہی وہ فکر تھی جو کبھی بھی ان کو دنیا کی طرف راغب اور مائل نہ کر سکا۔

یہ دنیا جس کے حاصل کرنے کے لئے ہم اپنا دین و ایمان تک گنوا دیتے ہیں قیمتی زندگی جو رب کے دین کی خدمت اور اس کی عبادت اور اطاعت کے لئے دی وہ بہترین مواقع دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر اس کے حصول کے حیلوں اور اسباب میں لٹا دیتے ہیں اس کے بارے میں رحمۃ للعالمین کی بھی رائے سنئے۔ فرماتے ہیں۔

تین چیزیں جو بارگاہ ایزدی میں مقبول ہیں:

عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال الا ان الدنيا ملعونة ملعون مافيها الا ذكر الله وما والاه و عالم او متعلم (ترمذی)

ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، خبردار، دنیا ملعون ہے اور جو اشیاء و امور دنیا میں موجود ہیں وہ بھی ملعون ہیں ماسوائے ذکر اللہ اور خدا کی پسندیدہ چیزیں، عالم دین، دینی طالب یہ وہ چیزیں ہیں جن کو بارگاہ ایزدی میں قبولیت سے نوازا گیا۔

یعنی ایسے تمام اعمال جو انسان کو یاد الہی سے غافل کر دیں، دین کے کاموں میں غفلت و سستی اور عبادات و طاعات میں تقصیر کا سبب ہوں مال و دولت، منصب و جاہ جلال اور دنیاوی ترقی و عروج کا بوجھ اپنے کاندھوں پر رکھ کر موت، قبر، منکر نکیر کے سوال و جواب، روز حشر، نامہ اعمال کا دائیں یا بائیں ہاتھ میں ملنا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں جوابدہی، پل صراط جیسے دشوار ترین مراحل کو بھول جائے یہ تمام اعمال رب العزت کی درگاہ میں غیر مقبول اور مردود ہیں اس کے مقابلہ میں ایسے مشاغل و مصروفیات جو انسان کو اللہ کے ذکر، اعمال صالحہ اور دین کے سیکھنے سکھانے کی طرف راغب و

مائل کردیں وہ امور اللہ کی خوشنودی اور قرب الٰہی کا وسیلہ بنیں، ایسے مشاغل و امور اللہ کی بارگاہ میں محبوب و مقبول ہیں۔

قربان جایئے محسن انسانیتؐ سے کہ جہاں اس نے فقر اور غربت کے مضر اثرات اور نقصانات کی بھی بار بار نشاندہی فرمائی کا د الفقر ان یکون کفرا بعض ناتوان اور ضعیف الاعتقاد مسلمان ناداری و افلاس کے خوف سے کفر تک کو اختیار کر لیتے ہیں وہاں زیادہ زور اس بات پر دیا کہ کم و بیش سارے دینی و معاشی مفاسد کی جڑ مال و متاع کی حرص ہے اسی فاسد ذہنیت کا نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان تمام عمر مشین کا ایک بے جان پرزہ بن کر مال کمانے اور جمع کرنے میں کھپ کر اپنے آپ کو خدا سے بے نیاز سمجھ بیٹھتا ہے۔ حالانکہ ایسا عمل و دنیا و آخرت دونوں کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔

حضورؐ نے مال و دولت کی فراوانی کو اپنی امت کے لئے بڑا خطرہ اور امتحان قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

مال کا فتنہ

عن کعب بن عیاض قال سمعت رسول ﷺ یقول ان لکل امۃ فتنۃ و فتنۃ امتی المال (رواہ الترمذی)

کعب بن عیاض سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے ہر امت کے لئے کوئی نہ کوئی فتنہ و امتحان ہوتا ہے جس میں ان کو مبتلا کر کے ان کو آزمایا جاتا ہے میری امت کے لئے جو آزمائش اور فتنہ ہے وہ مال و دولت ہے اکہ اللہ انہیں کثرت سے مال و دولت دے کر ان کو آزمائے گا کہ دولت کا غرور گھمنڈ ان کو اللہ کے دین پر قائم رہنے دیتا ہے یا ان کے پائے ثبات میں لغزش آتی ہے۔

اس دوسرے واقعہ کو سن کر بھی آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ آنحضرتؐ مال کی کثرت کے مفاسد اور خرابیوں کا بار بار کس انداز میں تنبیہ فرما رہے ہیں۔

ایک موقع پر جزیہ کا کچھ مال بحرین سے لا کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ انصار مدینہ مال کے آنے کی خبر سن کر آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان کی آمد کے مقصد کا جان کر مسکرانے کے بعد فرمایا جو چیز حاصل کرنے کی تمنا آپ لوگ لے کر یہاں آئے ہو وہ تو پوری ہوگی لیکن یاد رکھئے خدا کی قسم میں آپ کے بارے میں فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا البتہ یہ خوف مجھے آپ لوگوں کے بارے میں ہے کہ جب تم پر دنیا کی فراوانی اور کشادگی کر دی جائے جیسے پہلے کی امتوں پر کی گئی کہ تم کو اس دنیا کا حرص و طمع اس طرح ہلاک کر دے جس طرح پہلے لوگوں کو تباہ کیا گیا۔

آپ حضرات اب تک کے سارے سلسلہ بیان سے خوب سمجھ چکے ہوں گے کہ انبیاء کے سردار محمد عربیؐ اور اس کے صحابہؓ نے امت کے لیے فقر و قناعت کا اسوہ چھوڑا ہے نہ کہ دولت و امارت اور مال و دولت پر فخر و مباہات کا کہ غزوات سے کامیاب و کامران آنے کے بعد بڑے بڑے جابر و مالدار بادشاہوں کے خزانے مال غنیمت کے طور پر حضورؐ کے

قدموں پر خس خاشاک کی طرح پڑے رہتے مگر اس کے باوجود حضور اقدسؐ دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی کبھی نہیں کھائی بلکہ شمائل ترمذی میں آپؐ کی خوراک وطعام کا پڑھ کر انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے کہ یا اللہ اس دنیا میں کبھی ایسا عظیم انسان بھی پیدا ہوگا جو قناعت وصبر کا ایسا مجسمہ ہوگا جو باوجود اتنے مالی وسائل ہاتھ آنے کے بھی دنیا سے گیا مگر خراب کھجور تک پیٹ بھر کر نہیں کھائے۔ میدہ روٹی دیکھی تک نہیں چھنے ہوئے آٹے کو کھانے کا تصور نہ تھا۔ جو کے پسے ہوئے آٹے کو پھونک دے کر بھوسہ اڑ جاتا۔ باقی ماندہ کو گوندھ کر پکالیا جاتا۔

ہم بھی حضورؐ کے امتی ہونے کے دعویدار، قیامت میں آپؐ کی شفاعت کے حقدار اور دل و جان سے محمد عربی ﷺ کے محبت اور اتباع کے علمبردار ہونے کا اقرار زبان سے بار بار کرتے ہیں مگر دنیا سے محبت اور اس کے حاصل کرنے کی جائز خواہشات سے ہمارے دل بھرے پڑے رہتے ہیں۔ سوتے جاگتے ایک ہی تصور ہے کہ جیسے تیسے بھی ہو دنیاوی ساز وسامان کی ریل پیل ہو، دولت کے کھیل میں عجیب دوڑ اور مقابلہ شروع ہے ہر ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا فکر مند اور دوسرے کو نیچا دکھانے کا خواہش مند ہے اگر کسی نے بنگلہ بنایا، دوسرا اس سے بہتر بنگلہ بنا کر مسابقت حاصل کرنے کا خواہشمند ہے، صرف اسی میں مقابلہ نہیں بلکہ عیش وعشرت اور ہر عیاشی والے آلات واسباب کو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں سب لگے ہوئے ہیں۔ اگر مقابلہ نہیں تو صرف دین کے کاموں میں نہیں۔

__الٹی گنگا:__

ہمارے ہاں الٹی گنگا بہہ رہی ہے جن اعمال میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنا مذموم قرار دیا گیا اسے ہم نے عین اسلام قرار دیا اور جہاں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی تلقین وترغیب ہے اسے ہم نے بھلا کر نیک اعمال کرنے والے کو بے کار، بے عقل اور اپنے معاشرہ کا عضو معطل سمجھتے ہیں، ہماری اس کج فہمی اور بے راہ روی پر ماسوائے افسوس اور اصلاح احوال کی دعوات کے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔

بہرحال تلاوت شدہ آیات کی مناسبت سے آج حب دنیا کی قباحتوں اور اس کے نتیجہ میں پیش آنے والی اخروی، تباہی وہلاکتوں کا مختصر ذکر ہو چکا مگر اس سے کوئی یہ نتیجہ اخذ نہ کرے کہ دنیا کو چھوڑ چھاڑ کر ترک دنیا جو رہبانیۃ کہلاتا ہے کو اختیار کیا جائے اسلام میں ممنوع ہے اسلام میں رزق حلال کے کمانے کی تاکید کے ساتھ مالِ حلال کو جنت کے حاصل کرنے کا ذریعہ بھی قرار دیا گیا جس کی تفصیل میں جانے کے لئے اب وقت نہیں انشاء اللہ اگر زندگی رہی تو آئندہ اس پر بحث ہوگی۔ خالق کائنات ہم کو حب دنیا جو کہ تمام معاصی کی جڑ ہے سے محفوظ فرمادیں۔ (امین)

ڈاکٹر دلشاد بیگم *

جھوٹی شہادت پر وعید اور سزا

جھوٹی شہادت:

شہادت کی اہمیت کے پیش نظر اللہ اور رسول ﷺ نے جھوٹی گواہی دینے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور جھوٹی گواہی کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واجتنبوا قول الزور (سورۃ الحج ۔۲۲/۱۰)

ترجمہ: جھوٹی گواہی دینے سے پرہیز کرو۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی پہچان بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

والذین لایشھدون الزور ۔[۱] (سورۃ الفرقان ۲۵/۷۲)

ترجمہ: اور وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

صحیح مسلم کے حوالے سے روایت ہے:

وعن النبی قال: قال رسول اللہ: الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس وفی روایۃ وشھادۃ الزور [۲]

ترجمہ: حضور ﷺ نے ایک مرتبہ کبیرہ گناہوں کا ذکر فرمایا آپ ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا (ناحق) کسی کو قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، اسکے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جھوٹ بولنا، یا جھوٹی شہادت دینا (راوی) شعبۃ کا بیان ہے کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مراد "جھوٹی شہادت" سے تھی۔

قال رسول صلوۃ الصبح فلما انترف قام قائما فقال عدلت شھادۃ الزور بالا شراک باللہ ثلاث مرات ثم قراء (فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور) حنفا اللہ غیر مشرکین بہ) [۳]

---

* پرنسپل گورنمنٹ ڈگری گرلز کالج، پشاور

ترجمہ: حضور ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی اور جب لوگوں کی طرف رخ پھیرا تو بیٹھے رہنے کی بجائے آپ ﷺ سیدھے کھڑے ہوگئے اور تین بار ارشاد فرمایا جھوٹی گواہی دینا اور شرک کرنا دونوں برابر کے گناہ ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''تم ناپاکی سے دور رہو اور جھوٹی بات کہنے سے دور رہو اور خدا کے لئے نیکوکار ہو جاؤ یعنی شرک چھوڑ کر توحید اختیار کرو۔''

قال رسول الله ﷺ: لن تزول قد ماشا هد الزور حتى يوجب الله له النار [۴]

ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا: جھوٹے گواہ کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم کو واجب نہ کردے''

جھوٹی شہادت جس پر اتنی وعید آئی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو سخت ناپسندیدہ ہے اس لئے کہ جھوٹی شہادت معاشرے کے نظام کو بگاڑتی ہے اور فساد اور بدامنی کا باعث بنتی ہے، شہادت زور (جھوٹی شہادت) کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ شاہد کا تعمد ثابت ہو۔ مثلاً شاہد خود اقرار کرے کہ عمداً جھوٹی شہادت دی تھی، یا یہ جانتے ہوئے کہ مشہود علیہ اس وقت عراق میں تھا وہ یہ شہادت دے کہ وہ شام میں تھا یا کسی عام آدمی کے ساتھ قتل ہونے کی شہادت دے، حالانکہ وہ زندہ ہو یا یہ کہے کہ یہ مویشی مشہود علیہ کے ہاتھ میں تین سال سے ہے حالانکہ مویشی کی عمر ہی دو سال ہو یا شہادت دے کہ فلاں مشہود علیہ نے یہ کام کیا تھا۔

درآں حالیکہ اس وقت مشہود علیہ مر چکا تھا، یا اس وقت وہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا یا اسی طرح کی ایسی باتیں جن سے گواہ کا جھوٹا ہونا یقینی طور پر ثابت ہوتا ہو۔ ساتھ یہ بھی ثابت ہو رہا ہو کہ گواہ نے عمداً اس قسم کی جھوٹی شہادت دی [۵]

شیخ الاسلام نے اس میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ اگر اس قسم کے امور میں گواہ یہ کہے کہ ''میں نے غلطی سے اس قسم کی شہادت دے دی تھی یا یہ کہے کہ میں نے تو اپنے ظن غالب کی بناء پر اس قسم کی شہادت دے دی تھی تو اس سے کہا جائے گا کہ اسی کا نام تو جھوٹی شہادت ہے کہ تم نے بغیر علم قطعی کے شہادت دی اور اس کو جھوٹا قرار دیا جائے گا''[۶]

اگر دو شہادتوں کے درمیان تعارض ہو جائے یا گواہ کا فسق ظاہر ہو جائے یا شہادت دینے میں شاہد سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جائے جس کے باعث شہادت رد کردی جائے۔[۷]

اگر شہادت دعویٰ کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد کردی جائے تو اسے شہادت زور نہیں کہا جائے گا۔[۸]

اس سلسلے میں امام شافعیؒ کا مسلک بھی یہی ہے: ویثبت انه شاهد زور من ثلاث اوجه احدها ان يقر انه شاهد زور لاثاني ان تقوم البينة انه شاهد زور والثالث ان يشهد بما يقطع بكذبه بانشهد على رجل انه قتل اوزنى في وقت معين في موضوع معين والمشهود عليه في ذلك الوقت كان في بلد اخرو اما اذا شهد بشئى اخطافيه لم يكن

شاھد زور لانه لم یقصد الکذب۔ (۹)

ترجمہ: یہ بات کہ گواہ جھوٹا ہے تین طرح سے ثابت ہوسکتی ہے، ایک تو یہ کہ گواہ خود اقرار کرے کہ اس نے جھوٹی شہادت دی۔ دوسرے یہ کہ اس کے جھوٹے گواہ ہونے کا قابل وثوق ثبوت مل جائے۔ تیسرا یہ کہ یقینی طور پر اس کا کذب ثابت ہو جائے۔ مثلاً وہ کسی کے خلاف گواہی دے کہ اس نے فلاں معین وقت میں معین جگہ پر قتل یا زنا کیا، حالانکہ اس وقت مشہود علیہ کسی دوسرے شہر میں تھا۔ البتہ اگر اس نے اپنی شہادت میں کوئی غلطی کر دی تو محض اس غلطی کی وجہ سے اسے "شاھد زور" نہیں کہا جائے گا اس لئے کہ اس نے عمداً جھوٹی گواہی نہیں دی تھی"

ہمارا معاشرہ اخلاقی اعتبار سے جتنا پست ہو چکا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، معمولی فائدے کی خاطر جھوٹی شہادت دے کر کسی بے قصور کو پھنسا دینا اور کسی قصوروار کو بچا لینا روزانہ کا معمول بن چکا ہے، ان حالات میں اسلامی قوانین اور حدود کے نفاذ کے بعد ملک کے عوام بالعموم اور قانون داں طبقہ بالخصوص سخت الجھن میں گرفتار ہے کیونکہ پہلے کے مقابلے میں اسلامی حدود سخت ہیں لٰہذا لوگوں کے دلوں میں بجا طور پر یہ اندیشہ پیدا ہو رہا ہے، کہ اگر شہادتوں کا یہی معیار رہا جو اس وقت ہمارے ہاں رائج ہے تو یہ بات خارج از امکان نہیں کہ قصوروار بچ نکلیں اور بے قصوروں کے ہاتھ کٹ جائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ عرصہ دراز سے مغرب کا نہایت ژولیدہ و پیچیدہ عدالتی نظام ہمارے ملک میں قائم ہے اس نے جہاں اور بہت سی دشواریاں اور تاخیر انصاف کے راستے پیدا کر دیئے ہیں وہاں ایسی صورت حال کو بھی جنم دیا ہے، جس میں مجبوراً گواہوں کو جھوٹ بولنا پڑتا ہے، پولیس کو جھوٹے اور ٹاؤٹ قسم کے گواہ تیار کرنے پڑتے ہیں۔ وکلاء کو جھوٹے بیانات سکھانے پڑتے ہیں، اس کے نتیجے میں ہماری عدالتیں (اگر بنظر انصاف دیکھا جائے) جھوٹ سننے اور بعض اوقات جھوٹی شہادتوں پر انحصار کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں کیونکہ کوئی حاصل مسل سے باہر جا نہیں سکتا اور مقدمات کی مسلوں میں نہایت چابکدستی سے جھوٹ کا امتزاج کر دیا جاتا ہے، حق کو باطل سے الگ کرنے میں بعض اوقات حاکم کامیاب ہو جاتے ہیں، اور بعض اقات ناکام رہتے ہیں ایسی صورت حال میں اگر کوئی شخص اس اندیشے میں مبتلا ہے کہ دو گواہ تیار کر کے میرا ہاتھ (ناحق) کٹوا دیا جائے گا۔ تو اس اندیشے کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اب دو ہی صورتیں باقی رہ جاتی ہیں ایک تو یہ کہ موجودہ عدالتی نظام کو اس کی تمام الجھنوں، پیچیدگیوں اور نقصانات کے ساتھ برقرار رکھا جائے۔ اگر ایسا کیا جائے تو ہم قیامت تک اپنی منزل مراد یعنی اسلامی نظام تک نہیں پہنچ سکتے اور ہمارا ملک روز بروز اس دلدل میں مزید پھنستا جائے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ہم اپنے دین اور قرآن وسنت کے عطا کردہ نظام عدل پر اعتماد کرتے ہوئے اسی کو اپنے معاشرے مین پوری طرح نافذ کرنے کا عزم کریں اور اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے قدم بڑھا دیں، اور اس دین کا نفاذ کریں جس کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا حتمی، قطعی اور یقینی وعدہ ہے کہ

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ (العنکبوت۔۲۹/۶۹)

اور جو لوگ ہمارے راستے پر چلنے کی کوشش کریں گے ہم ضرور اپنا راستہ انہیں دکھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا' جب اس نے وعدہ کیا ہے تو وہ منزل مقصود پر ضرور پہنچائے گا۔ اس سلسلے میں پہلے قدم نظام عدل کی درستی ہے جو اسلامی قانون شہادت کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے جھوٹی شہادت سے گریز اور جھوٹی شہادت پر سزا ضروری ہے۔ اگر چہ جھوٹی شہادت دینے والے کے لئے قرآن میں کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی ہے۔ البتہ بہت سی احادیث ہیں جن میں ''شاہد زور'' کے لئے سخت وعید اور آخرت کے عذاب کا ذکر ہے' چونکہ امت کے لئے خلفائے راشدین کی سنت بھی قابلِ استناد ہے' اسلئے حضرت عمر فاروقؓ کے عمل کو تعزیر کے طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ولید بن ابی مالک سے روایت ہے کہ

ان عمر کتب الی عماله بالشام ان شاهد الزور يضرب اربعين سوطا ويسخم جهه ويخلق رأسه و طيال حبسه [10]

یہ کہ حضرت عمرؓ نے اپنے شام کے عمال کو فرمان بھیجا کہ جھوٹے گواہوں کو چالیس کوڑے مارے جائیں ان کے چہروں پر کالک لگائی جائے۔ ان کا سر مونڈھ دیا جائے اور انہیں طویل عرصے تک کے لئے قید کیا جائے۔ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں مکحول سے روایت کی ان عمر ضرب شاهد الزور اربعين سوطا" [11]

''یعنی حضرت عمرؓ نے جھوٹے گواہ کو چالیس کوڑے مارے۔''

ان عمر بن الخطاب امر بشاهد الزور ان يسخم وجهه وتلقى عمامته في عنقه يطاف به في القبائل [12]

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ جھوٹے گواہ کا چہرہ سیاہ کر دیا جائے اس کی پگڑی اس کی گردن میں لپیٹ دی جائے اور اسی حالت میں قبائل میں اسے پھرایا جائے۔''

چنانچہ صاحبین (امام ابو یوسف و امام محمد) کا قول ہے کہ جھوٹے گواہ کو قید اور تعزیر دی جائے جسکی مقدار اور نوعیت کا تعین قاضی اپنی صوابدید سے کرے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ قاضی پچاس سے ستر کوڑے تک مار سکتا ہے [13]

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت حضرت عمرؓ نے جھوٹے گواہ کو یہ سزا دی اس وقت صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت موجود تھی لیکن ان میں سے کسی نے حضرت عمرؓ کا اس فعل پر اعتراض نہیں کیا۔ لہذا اسے صحابہؓ کا اجماع کہا جاسکتا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جھوٹی شہادت دینا اکبر الکبائر ہے لہذا اگر اکبر الکبائر کیلئے قرآن وسنت میں کوئی حد ذکر نہ ہو تو ''تعزیر'' بہر حال دی جاسکتی ہے' یہی مسلک امام شافعیؒ کا ہے:

و اذا ثبت انه شاهد زور ورای الامام تعزير بالضرب اولحبس او الزجر فعل [14]

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ گواہ جھوٹا ہے اور امام خیال کرے کہ اس کی تعزیر جسمانی ضرب یا قید یا تنبیہ کے طور پر

مناسب ہے تو وہ یہ اقدام کرسکتا ہے یہی مسلک امام مالکؒ کا بھی ہے۔

قال مالک یضربه ویطوف به فی المجالس امام مالک (۱۵)

ترجمہ۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ حاکم اسے مارے اور تشہیر کرائے۔

بلکہ امام مالکؒ تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ولا تقبل له شهادة ابدا وان تاب وحسنت حاله" (۱۶)

امام احمد حنبل کا بھی یہی مسلک ہے: وانما هو مفوض الی رای الحاکم ان رأی ذلک بالجلد جلده وان راه بحبس او کشف راسه واهانته او توبیخه فعل ذلک ولا یزید فی جلده علی عشر جلدات۔ (۱۷)

(جھوٹے گواہ کی تعزیز کا مسئلہ) حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے وہ مناسب سمجھے تو اسے کوڑے لگائے اگر چاہے تو اس کی پگڑی اتروا کر اس کا سر ننگا کرادے یا اس کی توہین یا تنبیہ کا کوئی طریقہ اختیار کرے البتہ دس کوڑوں سے زیادہ کی سزا نہ دے''

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جھوٹے گواہ کی بازاروں میں تشہیر کرانی چاہیے' اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ تشہیر کی وہی صورت اختیار کرنی چاہیے جو قاضی شریح اختیار کرتے تھے' یعنی ''قاضی شریح جھوٹی گواہی دینے والے کو عصر کی نماز کے بعد جبکہ بازاروں میں لوگوں کا ہجوم ہوتا' عدالت کے کارندے کے ہمراہ بھیج دیتے اور وہ بازار میں اعلان کرتا کہ قاضی شریح نے تم سب کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ ''یہ شخص جھوٹی گواہی دینے والا ہے اس سے بچو۔ اگر وہ شخص بازار سے متعلق نہ ہوتا تو پھر عدالت کے کارندے کے ہمراہ اسے اس کے قبیلے اور محلے میں بھیجتے اور عدالتی کارندہ اسی قسم کا اعلان اس کے قبیلے یا محلے میں کرتا (۱۸)

جھوٹے گواہ کے لئے آئمہ اربعہ اور فقہا کی تجویز کردہ سزائے تعزیر سے بھی شہادت کی اہمیت ثابت ہے۔ اس لئے کہ اگر جھوٹے گواہ کو سزا نہ دی جائے تو وہ جھوٹی گواہیاں دیتا رہے گا اور اس طرح قانون شہادت اپنی افادیت کھودے گا اور ظالم اپنی من مانی کرتا پھرے گا اور مظلوم کی آہ بکاہ اور فریاد کی کوئی دادرسی نہ ہوگی' جہاں اللہ اور رسول اللہ ﷺ سچی اور بے لاگ گواہی دینے کی تاکید کرتے ہیں' وہاں جھوٹی اور غلط گواہی کو رد کرنے اور اس پر وعید سنائی گئی ہے' گواہی کی اہمیت و فضیلت پر یہاں چند آیات اور احادیث کا حوالہ دیا گیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس عنوان پر بکثرت آیات واحادیث موجود ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے کہ گواہی بہت اہم فریضہ ہے اور بھاری ذمہ داری ہے یہ اللہ کی طرف سے بندے کے پاس ایک امانت ہے جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

''اے مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو'' (سورۃ النساء ۴/۱۰۵۔۱۰۶)

گواہی کا چھپانا گناہ ہے اور گواہی کو جھوٹ بنا کر پیش کرنا تو کھلی گمراہی ہے۔

گواہی کی اہمیت وافادیت اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ گواہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ تمام مندرجہ بالا احکام نازل فرمائے ہیں کہ وہ گواہی ضرور دے جس کے پاس گواہی موجود ہو۔ گواہی بروقت دے گواہی چھپائے نہیں' سچی گواہی دے اور حق کے مطابق گواہی دے یہ سب گواہ کے ذمہ ہیں پھر یہ کہ جیسا کہ آج کل کا دستور ہے کہ وکیل گواہ کو سکھاتے ہیں وکیل کا یہ کام نہیں ہے کہ اس کے بیان میں رنگ آمیزی کرے حقائق کو بدل ڈالے اپنے دلائل کے مطابق گواہ کا بیان ترتیب دے' اسے وہ باتیں سکھائے جو فی الحقیقت درست نہ ہوں' وکیل کا کام صرف یہ ہے کہ اپنے موکل کو درست قانونی مدد بہم پہنچائے اور نتائج خدا پہ چھوڑے۔

گواہی کی اہمیت کے پیش نظر ہی گواہی کے اہل افراد اور نااہل افراد کی فہرست قرآن وسنت میں ذکر کردی گئی ہے یہ گواہی کی اہمیت کا بین ثبوت ہے کہ ہر شخص گواہی کا اہل نہیں ہوسکتا بلکہ صرف وہ افراد جو خاص شرائط پر پورے اترتے ہوں' وہ گواہی دینے کے قابل ہیں اور صرف ان ہی کی گواہی قبول ہے۔

(حواشی)

(۱) مسلم بن حجاج' الجامع الصحیح' طبع کراچی' ۱۹۵۶' باب الکبائر ص ۶۳

(۲) صحیح مسلم ۱/۶۴' طبع مطبع انصاری دہلی ک ۱۳۰۹ھ (۳) ابن ماجہ ''سنن'' طبع لکھنو ۱۳۵۱ء ص ۱۷۳

(۵) ابن قدامہ' عبدالرحمٰن بن احمد المقدسی (م ۶۳۰ھ) ''المغنی'' ۱۲/۱۵۴۔ ادرات البحوث العلمیۃ' ریاض ۱۴۰۱ھ للطباعۃ والنشر ہ قاہرہ ۱۴۱۰ھ (۶) شرح فتح القدیر ۶/۸۳ (۷) المغنی ۱۲/۱۵۴

(۸) شرح فتح القدیر ۶/۸۳

(۹) النوری' محی الدین بن شرف' المجموع شرح المھذب' دار الفکر سطن ۲/۲۳۲

(۱۰) ابن ھمام' کمال الدین عبدالواحد' (م ۸۶۱ھ) شرح فتح القدیر ۶/۸۳

(۱۱) السرخسی' المبسوط ۱۶/۱۴۵ طبع مصر

(۱۲) عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی' المصنف ۸/۳۲۷' طبع بیروت

(۱۳) السرخسی' محمد بن احمد' (م ۱۰۰۹ھ) المبسوط ۱۶/۱۴۶' ادارہ القرآن' کراچی ۱۴۰۷ھ

(۱۴) الشیرازی' ابراہیم بن علی ابواسحاق (م ۴۷۶ھ) المھذب ۲/۳۲۰

(۱۵) امام مالک بن انسؒ: المدونۃ الکبریٰ ۱۳/۲۵۱' ۱۳۲۳ھ طبع مصر

(۱۶) نفس المصدر (۱۷) ابن قدامہ' المغنی ۲/۱۵۴ (۱۸) السرخسی' المبسوط ۱۶/۱۳۵؛

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

اب دنیا کس کروٹ بیٹھے گی؟؟؟

مسلم دنیا میں سعودی عرب کو ایک مخصوص اہمیت وحیثیت حاصل ہے، تیل کی دولت سے مالا مال یہ اسلامی ملک اسلام کا سب سے مضبوط قلعہ اور رہنما ملک کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے، جہاں اب بھی دنیا بھر میں سب سے زیادہ تیل پیدا ہوتا ہے۔ **1981**ء میں سعودی عرب کو اقوام عالم میں ایک اہم اور ممتاز مقام حاصل تھا، جب اس ملک کی فی کس آمدنی موجودہ امریکی کرنسی کی شرح کے لحاظ سے اٹھائیس ہزار ڈالر تھی لیکن اب سعودی عرب کی فی کس آمدنی آٹھ ہزار ڈالر سے بھی کم ہے، قرضوں کا بڑھتا ہوا بوجھ بیروزگاری اور آبادی میں اضافہ کی وجہ سے سعودی معیشت روبہ انحطاط ہے، آج یہ ملک اربوں ڈالر کے قرضوں کے بوجھ تیل تلے دبا ہوا ہے، ملک بھر میں ہر طرف امریکی جھلک نظر آتی ہے جس نے مقامی نوجوانوں کو مایوس کن صورتحال سے دوچار کر دیا ہے۔

دوسری جانب امریکی میڈیا سعودی عرب کے بارے میں اپنے خاص نقطہ نظر سے من گھڑت رپورٹیں تیار کر کے سعودی عوام میں مزید مایوسی پھیلا رہا ہے۔

لاس اینجلس ٹائمز نے سعودی عرب کے بارے میں مغرب کے نقطہ نظر سے ایک رپورٹ شائع کی ہے۔

ہم "الحق" کے قارئین کے لئے پہلے اس نام نہاد رپورٹ کا خلاصہ پیش کرتے ہیں، پھر اسی پر بحث کریں گے۔

لاس اینجلس ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق سعودی عرب کے نوجوان اپنے حکمرانوں کی پالیسیوں سے سخت ناخوش ہیں، ایک طرف تو وہ سخت اسلامی قوانین سے تنگ ہیں اور قدرے آزاد ماحول کے خواہش مند ہیں، دوسری جانب وہ سعودی عرب میں ہر معاملہ میں امریکہ کے عمل دخل کو شدت سے محسوس کرتے ہیں اور بڑھتے ہوئے امریکی اثرات میں کمی چاہتے ہیں، نوجوان طبقہ سعودی عرب کی معاشی بدحالی کا ذمہ دار امریکہ کو سمجھتا ہے، اور اپنے حکمرانوں سے یہ توقع رکھتا ہے، کہ وہ ملک کو قرضوں کے بوجھ سے نجات دلانے اور بے روزگاری کے عفریت پر قابو پانے کے لئے امریکی سحر سے نکل جائیں، رپورٹ میں **11** ستمبر **2001**ء کی دہشتگردی میں پندرہ سعودی ہائی جیکرز کے ردعمل کو اسی گھٹن شدہ ماحول کا شاخسانہ قرار دیا گیا ہے، جو سعودی حکمرانوں اور امریکہ کے گٹھ جوڑ سے پیدا ہوا ہے۔

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اگرچہ اکثر سعودی نوجوان اسامہ بن لادن کی حمایت نہیں کرتے، مگر ایسے نوجوان وافر مقدار میں مل جائیں گے، جو امریکہ کی تباہی و بربادی پر مطمئن اور شاداں دکھائی دیتے ہیں، رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ

سعودی عرب امریکہ کو ناپسند کرنے کے ساتھ ساتھ مغرب کے طور طریقوں اور آزاد خیالی کے بھی دلدادہ ہیں یعنی اگر ایسے نوجوان ملیں گے جو اپنی سرزمین پر امریکہ کا وجود برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تو آزاد معاشرے کے حامی نوجوانوں کی بھی کمی نہیں۔

رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ سعودی عرب کی آج کی نوجوان نسل کنفیوژڈ ہے' جسے نہ تو معاشی خوشحالی حاصل ہے' اور نہ ہی فیصلہ کن کردار ادا کرنے والے حکمران۔

تاہم سعودیوں کی اکثریت ولی عہد شہزادہ عبداللہ کے ساتھ ہے جو سعودی سرزمین سے امریکی افواج کا اخراج چاہتے ہیں' تاہم امریکہ اپنی فوجوں کو واپس بلانے سے انکاری ہے۔ آج کا سعودی عرب **1970**ء اور **1980**ء کے سعودی عرب سے قطعاً مختلف ہے۔ اس وقت پینسٹھ فی صد سے زیادہ آبادی پچیس سال سے کم عمر کی ہے۔ **1970**ء میں ڈھائی ہزار طلباء نے ہائی اسکولوں سے گریجویشن کی تھی جب کہ اس سال دو لاکھ گریجویٹ فارغ ہوں گے۔ آبادی میں بھی سالانہ تین فی صد رسالانہ کے تناسب سے اضافہ ہو رہا ہے' سعودی عرب کو بڑھتی ہوئی آبادی کے تناظر میں معیشت میں چھ فی صد اضافہ کی ضرورت ہے لیکن یہ شرح محض ایک فیصد ہے اس وقت مصر سے الجیریا تک بیشتر عرب ممالک کساد بازاری کا شکار ہیں' سعودی عرب کے پاس تیل کے وسیع ذرائع کے باوجود اسے کوئی خاص فائدہ نہیں ہو پا رہا ہے۔ اگرچہ حکمران معیشت کو جدید خطوط پر استوار کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

مگر معاشرے کی نوجوان نسل دو مضبوط ثقافتوں کے درمیان میں پس رہی ہے ایک طرف اسلامی تشخص ہے تو دوسری طرف مغربی ثقافت معیشت میں تنوع پیدا کرنے کے لئے حکمرانوں نے گیس و تیل کے متعدد نئے منصوبے ترتیب دیئے ہیں' معیشت کی نج کاری پر عمل درآمد ہو رہا ہے' سعودی عرب عالمی تجارتی تنظیم **(WTO)** میں شامل ہونے کے قریب پہنچ چکا ہے۔ بے روزگاری کی شرح خطرناک حد یعنی چودہ فی صد تک پہنچ چکی ہے' نوجوانوں میں یہ شرح زیادہ ہونے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہاں نوکریاں نہیں ہیں' درحقیقت سعودی عرب میں پیدا ہونے والے نوجوان یعنی اصلی سعودی جنھوں نے ہوش سنبھالنے پر دولت کی ریل پیل اور عیش و عشرت دیکھی ہے' وہ معمولی ملازمت کو پسند نہیں کرتے' سعودی نوجوان اپنے ملک میں ہر قسم کی تفریح سے محروم ہیں' اکثر نوجوان قریبی عرب ریاست بحرین چلے جاتے ہیں جہاں ماحول قدرے آزاد ہے' سعودی عرب کے نوجوان کی مایوس کن صورتحال کی یہ عکاسی لاس اینجلس ٹائمز نے اپنی خصوصی اشاعت میں کی ہے۔

آیئے اب اس رپورٹ کا مختصراً تنقیدی جائزہ لیتے ہیں۔

رپورٹ میں سعودی نوجوانوں کی طرف سے آزاد خیال معاشرے کی خواہش کی جو بات کی گئی ہے اس میں بڑی حد تک مبالغہ آرائی ہے' سعودی نوجوان آزادی ضرور چاہتے ہیں مگر مادر پدر آزاد معاشرہ نہیں' لاس اینجلس ٹائمز نے

یہ رپورٹ امریکی اور مغربی نقطہ نظر سے تیار کی ہے، جہاں نہ تو رومانس پر پابندی ہے اور نہ ہی شراب نوشی اور زنا کی ممانعت۔

امریکہ اور یورپ میں لڑکے اور لڑکیاں بیس برس کی عمر سے بہت پہلے بار ہا ایک دوسرے کی بانہوں میں جھول چکے ہوتے ہیں، شراب اور سگریٹ نوشی کی قانونی مدت اٹھارہ سال ہونے کے باوجود پندرہ سولہ سال کے لڑکے اور لڑکیاں دنیا کی ہر لذت سے واقف ہو چکے ہوتے ہیں۔

لاس اینجلس ٹائمز کی یہ رپورٹ اس لحاظ سے کوئی خاص اہمیت کی حامل نہیں، تاہم سعودی نوجوانوں میں مایوسی کی جو بات کی گئی ہے وہ کسی حد تک درست ہے، سعودی عرب کے بارے میں طویل عرصے سے یہ بات گردش کر رہی ہے کہ وہ شاہ فہد ہی تھے جنہوں نے **1990**ء کے اوائل میں امریکہ کو عراق پر چڑھائی کے لئے اکسایا ان کے اس اقدام سے ان کے عوام آج تک ان سے ناراض ہیں، اس کے علاوہ وہ طویل عرصہ سے بیمار ہیں، اور کافی بوڑھے ہو چکے ہیں اس وجہ سے حکومت کی باگ دوڑ ولی عہد شہزادہ عبداللہ کے ہاتھوں میں ہے جنہیں مایوس نوجونوں کی بھرپور حمایت حاصل ہے اور یہ نوجوان انہیں اپنے لئے اور مملکت کے لئے ایک امید کی کرن سمجھتے ہیں۔

سعودی عرب کبھی قرضوں سے پاک ملک ہوا کرتا تھا، اب قرضوں کے بوجھ نے اس سلطنت کو خطرات سے دوچار کر دیا ہے، نوجوان کھل کر امریکہ کی مخالفت کرتے ہیں، سعودی نوجوان اپنے ملک میں امریکی عمل دخل کے باعث حد سے زیادہ مشتعل ہو چکے ہیں، ان کا یہ اشتعال بہت سے نوجوانوں کو منفی اقدامات کی ترغیب دے سکتا ہے۔

11 ستمبر **2001**ء کی دہشت گردی کو ایک برس ہونے کو ہے آج تک حقیقی دہشت گرد سامنے نہیں آسکے، امریکی حکام نے چند انیس مشتبہ ہائی جیکروں کا تعلق سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، لبنان اور مصر سے ثابت کیا ہے وہ دراصل شواہد کے ذریعہ نہیں بلکہ مفروضات کی بنا پر انہیں دہشتگرد قرار دیا گیا ہے اور دنیا بھر میں ان انیس مشتبہ ہائی جیکروں کو خوب چرچا کیا گیا ہے اور یوں غیر مسلم ممالک کے اذہان میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہوتے ہیں، بش انتظامیہ ایک طرف تو مسلمانوں کو دہشت گردوں کے روپ میں پیش کر رہی ہے، دوسری طرف مذہب اسلام کو امن و آتشی کا مذہب بھی قرار دے رہی ہے۔ پھر وہ سعودی عرب سے تعلقات استوار کرنے کی خاطر گوئٹانامو میں قید القاعدہ کے سو ایسے قیدیوں کو جن کا تعلق سعودی عرب سے ہے انکی سعودی عرب حوالگی کے سلسلے میں بات چیت کیلئے تیار ہے۔

یہ دوطرفہ بلکہ سہ طرفہ دوغلا اور منافقانہ معیار و کردار یقیناً سعودی نوجوانوں کے ذہنوں میں مزید الجھن پیدا کر دے گا، جو پہلے ہی مضطرب ہیں۔

11 ستمبر **2001**ء کے بعد سے دنیا میں وہی کچھ ہو رہا ہے جو امریکہ چاہ رہا ہے، اقوام متحدہ ہو یا نا ٹو، یہ کوئی اور بین الاقوامی ادارہ ان کی آواز پر امریکہ نہ تو کان دھر رہا ہے اور نہ ہی اسے خاطر میں لا رہا ہے۔

پچھلے دنوں امریکہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ دنیا ساتھ دے یا نہ دے دہشت گردی کے خلاف وہ اپنی جنگ تن تنہا

(بقیہ صفحہ ۶۱ پر)

محدث عصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی تصانیف

علم حدیث محدثین اور کتب حدیث (مقدمہ معارف السنن)	دینی مدارس کی ضرورت اور نصاب و نظام تعلیم	دور حاضر کے فتنے اور انکا علاج

مولانا محمد انور بدخشانی کی کتب درس نظامی کی تسہیلات

أستاذ الحدیث جامعة العلوم الاسلامیة بنوری ٹاؤن کراچی

تسهیل أصول الشاشی	تسهیل مختصر المعانی	تسهیل شرح الجامی	تسهیل القطبی
تسهیل كنز الدقائق	تسهیل المنطق	أصول الفقه للمبتدئین	تیسیر أصول الفقه
تسهیل شرح نخبة الفكر	طریق الوصول الى البلاغة	تلخیص شرح العقیدة الطحاویة	توضیح الفرائض السراجیة
تسهیل مقدمه صحیح مسلم	المنطق المهجی للمبتدئین	تسهیل الضریری	تفهیم مصطلح الحدیث

سورت بہ سورت رکوع بہ رکوع ترتیب وار

مستند خلاصہ مضامین قرآنی

مولانا سلیم الدین شمسی

تصدیق وپسند فرمودہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ

بیت العلم کراچی

سلام کتب مارکیٹ دکان 3 نزد جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی فون: 0300-9220023

بحث ونظر

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی *

قسط (۱)

عصر حاضر میں ثمن عرفی کیلئے معیار نصاب سونا ہے یا چاندی؟

اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر جس طرح عبادات بدنیہ کی صورت میں چند فرائض واحکام عائد کئے ہیں تو اسی طرح عبادات مالیہ کی صورت میں بھی چند فرائض لاگو کئے ہیں ان مالی عبادات میں اہم ترین عبادت زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ اسلامی احکامات کا ایک بنیادی حکم ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقریباً ۸۲ مقامات پر بڑے اہتمام کے ساتھ اور تقریبا ۲۷ مقامات پر اس کو نماز کے ساتھ پیوست ذکر کرکے انسانوں پر یہ واضح کیا ہے کہ یہ کوئی تبرع یا احسان نہیں کہ صاحب ثروت آدمی کسی غریب مسلمان بھائی پر کرے بلکہ یہ اس کے ذمے ایک اہم فریضہ ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت پر تمام امت کا اجماع ہے' حتی کہ جو شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور جو شخص زکوٰۃ نہیں دیتا وہ فاسق ہے اور اگر وہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں لیت ولعل سے کام لے رہا ہو تو اس سے بقدر زکوٰۃ جبراً وصول کرکے مناسب سزا دی جائے۔

بلکہ علماء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کو قتل کیا جائے۔ الزکوٰۃ واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک ملکاً تاماً و حال علیه الحول اما الوجوب فلقوله تعالیٰ و اتوا الزکوة ولقوله ﷺ ادوا زکوة اموالکم و علیه اجماع الامة (الهدایة)

زکوٰۃ ہر عاقل وبالغ اور آزاد مسلمان پر واجب ہے جو مال نصاب کا پورے طور پر مالک ہو اور یہ اس پر سال بھی گزر گیا ہو زکوٰۃ کے وجوب پر اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ زکوٰۃ ادا کرو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کہ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو اور امت کا اجماع دال ہے۔

اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت:

اسلام میں زکوٰۃ کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اقامت صلوٰۃ اور ایتاء الزکوۃ کو اہل ایمان کی مخصوص علامت قرار دیا ہے اور یہ اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی ایک بے مثال نمونہ ہے۔ زکاۃ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں نماز کا ذکر ہے وہاں متصل زکوٰۃ کا ذکر بھی موجود ہے' مثلاً سورۃ (البقرۃ) میں جہاں متقین کی صفات میں یقیمون الصلاۃ کا ذکر ہے تو وہاں و مما رزقنهم ینفقون بھی

---

* مفتی ومدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ان صفات کی فہرست میں مذکور ہے اور انفاق سے یہاں مراد باتفاق مفسرین زکوٰۃ ہی مراد ہے۔

سورۃ مائدہ میں ان مومنین کی صفات کے بیان میں ہے:

یقیمون الصلوۃ ویو تون الزکوۃ، کہ وہ لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں مسلمانوں کے علاوہ مشرکین کی نجات اور اخوت اسلامی میں داخل ہونے کے لئے دیگر امور کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ بھی مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فان تابوا و اقاموا الصلوۃ و اتوا الزکاۃ فخلو اسبیلھم ان اللہ غفور رحیم (توبۃ)

اگر وہ مشرکین توبہ کریں، نماز پڑھیں اور زکوۃ ادا کریں تو تم ان کا راستہ چھوڑ دو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور چند آیات کے بعد ایک اور جگہ فرماتا ہے۔

فان تابوا و اقاموا الصلوۃ و اتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین (توبۃ)

اگر یہ لوگ توبہ کریں، نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو یہ لوگ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی زکوٰۃ کی اہمیت اور افادیت کو بڑے ہی اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا ہے، چنانچہ جب آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، فرض نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیادیں پانچ ہیں۔

اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ۲۔ نماز قائم کرنا ۳۔ زکوۃ دینا ۴۔ حج کرنا ۵۔ رمضان کے روزے رکھنا۔

حضرت ضمام بن ثعلبہؓ نے ایک دن رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں آپ کو قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ہمارے اغنیاء سے زکوۃ وصول کر کے ہمارے فقراء میں تقسیم کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں بالکل۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے:

عن عبداللہ بن عمر قال قال: رسول اللہ ﷺ امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدو ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوۃ ویوتوا الزکاۃ فاذا فعلوا عصموا منی دمائھم و اموالھم و حسابھم علی اللہ (مسلم ۳۷/۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، نماز قائم کریں، اور زکوۃ دیں، اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو انہوں نے اپنی جان و مال کو مجھ سے محفوظ کیا اور ان کا حساب اللہ پر ہے
اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ما من صاحب ذهب و لا فضة لا يئودی منها حقها اذا كان يوم القيامة صفحت له الصفائح من نار فاحمی عليها نار جهنم فيكوی بها جنبه و جبينه وظهره كلما روت اعيدت له فی يوم كان مقداره خمسين الف سنة (بخاری)

سونے چاندی کے مالکان جو زکوۃ نہیں دیتے تو قیامت کے دن ان کو جب سزا ملے گی کہ وہ مال لمبے اور چوڑے تختے بنا کر جہنم کی آگ میں گرم کر دیئے جائیں گے پھر ان سے انکے پہلو پیشانی، پیٹ داغ دیئے جاتے رہیں گے یہ معاملہ ان کے ساتھ اس دن ہوتا رہے گا جن کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہے۔

اسلام میں زکوۃ کی اہمیت پر کافی تعداد میں احادیث موجود ہیں جو حد تواتر کو پہنچ چکی ہے اور ساتھ امت کا اجماع بھی ہے اور زکوۃ کی فرضیت سے منکرین ادا نہ کرنے والوں کے لئے وعیدات کتب احادیث میں مذکور ہے۔

اس اہمیت کے پیش نظر آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد جب ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو بعض قبائل نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تو آپؓ نے انکے خلاف جہاد کا علم بلند کیا، سنن کی کتابوں میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے

لما توفی رسول الله ﷺ و استخلف ابو بكر بعده و كفر من كفر من العرب قال عمر بن الخطاب لابی بكر: كيف تقاتل الناس؟ و قد قال رسول الله ﷺ: امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله فمن قال لا اله لا الله عصم منی ماله و نفسه الا بحقه و حسابه علی الله فقال ابو بكر: و الله لاقاتلن من فرق بين الصلوة و الزكوٰة فان الزكوٰة حق المال و الله لو معنعونی عناقا كانوا يودونها لرسول الله ﷺ لقاتلتهم علی منعها

جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور ان کے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ بنے تو قبائل عرب میں جن کو کافر ہونا تھا کافر (مرتد) ہوئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپؓ ان لوگوں سے قتال کیسے کریں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ مجھے لوگوں سے قتال کا حکم ہوا ہے۔ یہاں تک لا الہ الا اللہ کہیں اور جب وہ لا الہ الا اللہ کہہ لیں تو انہوں نے اپنی جان و مال کو بچالیا مگر حق اسلام سے اور ان کا حساب اللہ پر ہے، تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا بخدا

میں لڑوں گا اس شخص سے جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے وہ لوگ جو کچھ رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے تھے اگر ان میں سے کوئی بکری کا ایک بچہ روک لیں گے تو میں ان سے قتال کروں گا۔

قدیم مذاہب میں زکوۃ کا تصور:

اسلام ایک دین فطرت ہے اس کا ہر حکم فطرت انسانی کے عین مطابق ہے، ہر دور کے اندر جتنے مذاہب رہے ہیں ان سب میں کچھ کمی وبیشی کے ساتھ ایک گونا تعلیمات اسلامی کا وجود پایا جاتا ہے۔ اسلام کا نظام زکوٰۃ بھی ایک ایسا نظام ہے جس کا وجود قدیم مذاہب میں بھی چلا آرہا ہے دنیا بھر کے ہر مذہب میں کسی نہ کسی طور پر زکوۃ کا وجود ضرور موجود ہے۔

ہندو مذہب میں صدقہ وخیرات:

ہندو مذہب دنیا کے تین بڑے مذاہب میں سے ایک قدیم مذہب ہے اس مذھب میں بھی زکوۃ وخیرات کو ایک مذہبی رکن کی حیثیت حاصل ہے۔

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ انسائیکلو پیڈیا کے حوالہ سے ہندوو مذہب نقل کرتے ہیں کہ: خیرات (دان) ہندوؤں کے نزدیک ایک مذہبی فرض ہے اور کئی اہم اعتبارات سے اصول وعمل دونوں ہی میں مغرب کے تصور خیرات سے مختلف ہے ...... ویدوں کی مقدس دعاؤں کے زمانہ میں بھی دان اور دکشنا خیرات کا تصور شعراء کے ذہن میں ایک مقام رکھتا تھا خیرات کرنے والے کا ثواب اور اس کے علوشان کا بار بار ذکر آتا ہے۔ ویدک لٹریچر میں بالعموم اور ازمنہ اخری کی سمرتیوں خصوصاً دھرم شاستروں اور پہاڑوں میں گھر بار والوں پر جو فرائض عائد کئے گئے ہیں ان میں خیرات کا مقام بلند رکھا گیا ہے...... اسطرح تمام ہندوؤں درویش خیرات ہی سے گزر کرتے ہیں ...... برہمن دھرم سے بدھ مذہب نے بھی فریضہ خیرات کا تصور ورثہ میں پایا انہوں نے مذہب کی خدمت کیلئے اپنی زندگی وقف کردینے والوں درویش کے فریضہ کے قدیم اصول کو ترقی دے کر زیادہ منظم بنایا اور اس کی بنیادوں کو وسیع کیا (ارکان اربعہ ۱۷۷ تا ۱۸۰)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے ہاں بھی صدقہ وخیرات کا تصور صرف موجود ہی نہیں بلکہ ایک اہم فریضہ کی شکل کی حیثیت رکھتا ہے۔

گزشتہ آسمانی مذاہب میں زکوٰۃ کا تصور:

گزشتہ آسمانی مذاہب میں بھی زکوۃ کا تصور موجود تھا اور اب بھی ہے چنانچہ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ زکوۃ بھی ان عبادات میں سے ہے جو تمام آسمانی مذاہب کے صحیفوں میں فرض بتائی گئی ہے لیکن ان کے پیرووں نے اس فرض کو اس حد تک بھلا دیا تھا کہ بظاہر ان کے مذہبی احکام کی فہرست میں اس کا نام بھی نظر نہیں آتا ہے حالانکہ قرآن پاک کا دعوی ہے اور اس کی تائید مختلف آسمانی صحیفوں سے ہوتی ہے کہ جس طرح نماز ہر مذہب کا

جزولاینفک تھی اسی طرح زکوۃ بھی تمام مذاہب کا ہمیشہ ضروری جزء رہا ہے۔ بنی اسرائیل سے خدا کا جو عہد تھا اس میں نماز اور زکوۃ دونوں تھے۔

اقیموا الصلوۃ و اتوا الزکاۃ (البقرۃ)

ہم نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا کہ کھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوۃ۔

لئن اقمتم الصلوۃ و اتیتم الزکوٰۃ (المائدۃ)

(اے بنی اسرائیل) اگر تم کھڑی رکھتے نماز اور دیتے رہتے زکوٰۃ۔

حضرت اسماعیلؑ کے ذکر میں ہے:

واذکر فی الکتٰب اسماعیل انه کان صادق الوعد و کان رسولاً نبیاً و کان یامر اهله بالصلوۃ و الزکوٰۃ و کان عندربه مرضیا (المریم)

اور قرآن میں اسماعیل کا ذکر کر، بیشک وہ وعدہ کا سچا تھا اور وہ خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر تھا اور وہ اپنے لوگوں کو نماز، زکوۃ کی تاکید کرتا تھا اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا۔

اور حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں:

واوصانی بالصلوۃ و الزکوٰۃ مادمت حیا (المریم)

اور خدا نے مجھ کو زندگی بھر نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کی تاکید کی ہے۔ (سیرۃ النبی ۱۱۰/۵)

قرآن کریم کی ان تصریحات کی تائید کے لئے علامہ ندویؒ آگے لکھتے ہیں: تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں زمین کی پیداوار اور جانوروں میں ایک عشر یعنی دسواں حصہ (اخبار ۲۷، ۳۰، ۳۲ ب اخری) نیز ہر بیس برس یا اس سے زیادہ عمر والے پر خواہ وہ امیر ہو یا غریب آدھا مثقال دینا واجب تھا (خروج ۳۰، ۱۳، ۱۵) ساتھ ہی غلہ کاٹتے وقت گرا پڑا اناج، کھلیان کی منتشر بالیں اور پھل والے درختوں میں کچھ پھل چھوڑ دیتے تھے جو مال زکوٰۃ تھی الخ

علامہ صاحبؒ عیسائیت کے معتبر کتب کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

انجیل، لوقا (۱۸۔۱۰) میں ہے کہ جو اپنا عشر (زکوۃ) ریا، نمائش اور فخر کے لئے دیتا ہے اس سے وہ شخص بہتر ہے جو اپنے قصور پر نادم ہے، اسی انجیل کے ۲۱ ویں باب کی پہلی آیت میں ہے:

اگر کوئی دولت مند ھیکل کے خزانہ میں اپنی زکوٰۃ کی بڑی رقم ڈالے اور اس کے مقابلے میں کوئی غریب بیوہ خلوص دل سے دو دمڑی ڈالے تو اس کی زکوۃ کا رتبہ اس دولتمند کی زکوۃ سے کہیں بڑھ کر ہے..........

(متی ۲۴/ ۱۷ میں ہے) ساتھ ہی انہوں نے خود اپنی طرف سے نیز اپنے رفیق کی طرف سے اپنی ناداری کے باوجود آدھے مثقال والی زکوۃ ادا کی ہے۔ (سیرت النبی ۱۱۱/۵)

اسی طرح مولانا سید ابوالحسن ندویؒ نے انسائیکلو پیڈیا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پہاڑی وعظ میں اور دوسرے موقعوں پر خیرات ہی کے فریضہ کو اتنے ہی عزم وخلوص سے بیان کیا ہے جیسا کہ علمأ یہود کیا کرتے تھے ان کے پیرووں کے لئے بھی خیرات دینا ضروری ہے۔ (ارکان اربعہ ۱۹۴، ۱۹۵)

آگے لکھتے ہیں:

سینٹ جان نے اس فرض (خیرات ہی) کو انتہائی روشن اور نمایاں طریقہ پر پیش کیا ہے انہوں نے انسانی خدمت کو جذبہ حب اللہ سے پیدا ہونا بتلایا ہے وہ فرماتے ہیں جس کے پاس دنیا بھر کا سامان موجود ہے لیکن وہ اپنے بھائی کو ضرورت مند دیکھتے ہوئے بھی اس کے ساتھ رحم کرنے سے گریز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت اس میں کیسے قائم رہ سکتی ہے۔اس طرح پر ہم دیکھتے ہیں کہ خود حضرت عیسیٰ اور ان کے اولین پیرووں کی تعلیم میں خیرات اور غربأ کی امداد کو عیسائی زندگی کا بنیادی فرض سمجھا گیا ہے۔ (ارکان اربعہ ص ۱۹۸)

مگر ان ظالموں نے اس اہم اور بنیادی فریضہ کو ترک کیا اور ایسا ترک کیا کہ ان میں سے کوئی بھی کرنے والا نہیں بچا اس لئے قرآن کریم نے ان کی اس قباحت کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔

و اقیموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ ثم تولیتم الا قلیلا منکم و انتم معرضون۔ (الآیۃ)

(اور تمہارا بنی اسرائیل سے معاہدہ تھا کہ نماز کھڑی رکھنا اور زکوۃ دیتے رہنا، پھر تم پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے اور تم دھیان نہیں دیتے۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اسلام سے قبل تمام آسمانی اور غیر آسمانی مذاہب میں بھی زکوٰۃ کا تصور کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا اور ہے۔

اسرار زکوٰۃ:-

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس کا کوئی بھی حکم ظاہری اور باطنی اسرار سے خالی نہیں ہر ایک میں کوئی نہ کوئی حکمت الٰہی ضرور ودیعت ہے۔چونکہ اس مضمون کا تعلق زکوٰۃ اور نصاب زکوۃ سے ہے اس لئے یہاں صرف زکوٰۃ کے بعض اسرار اور رموز ذکر کئے جاتے ہیں۔چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی التھانوی زکوٰۃ کے اسرار بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

۱) زکوۃ وصدقات گناہوں کو دور کرنے اور برکات کو زیادہ کرنے کے لئے بہترین ذرائع واسباب ہیں۔

۲) شہر کے اندر بالضرور ہر قسم کے لوگ ناتواں اور حاجتمند وغیرہ ہوتے ہیں۔اگر رفع فقر اور حاجت کا طریقہ ان میں نہ پایا جائے تو ضرور وہ ہلاک ہو جاویں اور بھوکے مر جاویں۔

۳) اسمیں اعلیٰ درجہ کی ہمدردی سکھائی گئی ہے اسطرح سے ہم گرم سرد ملنے سے مسلمان سنبھل جاتے ہیں۔امراء پر

یہ فرض ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں اگر نہ بھی فرض ہوتی تو بھی انسانی ہمدردی کا تقاضا تھا کہ غرباء کی امداد کی جائے انسان میں ہمدردی کے اعلیٰ درجہ کا جوہر ہے پس زکوٰۃ دینے کا فعل اور اس کے آثار موثر ظاہر کر رہے ہیں۔

(احکام اسلام عقل کی نظر میں)

اسی طرح علامہ امام شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی زکوٰۃ کے رموز کے بارے میں فرماتے ہیں ۔

اعلم ان عمدۃ ما روعی فی الزکاۃ مصلحۃ : مصلحۃ ترجع الی تھذیب النفس وھی انھا احضرت الشح و الشح اقبح الاخلاق ضار بھا فی المعاد ومن کان شحیحا فانہ اذا مات بقی قلبہ متعلقا بالمال و عذب بذلک ومن تمرن بالزکاۃ و ازال الشح من نفسہ کان ذلک نافعالہ (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۱۰۰ من ابواب الزکاۃ)

ترجمہ: جان لو زکوٰۃ کے مختلف مصلحتوں میں سے زیادہ دو اہم مصلحتیں ہیں ایک مصلحت کا تعلق تہذیب النفس کے ساتھ ہے وہ یہ کہ انسانی نفس کے اندر عموماً بخل کی خصلت ہوتی ہے اور بخل ایک بدترین صفت ہے جو انسان کی آخرت میں سخت ضرر کا باعث ہے جو بخیل ہوگا تو موت کے وقت بھی اسکا دل مال ہی کے ساتھ لگا رہے گا جسکی وجہ سے اسکو عذاب ملے گا اور جو شخص زکوٰۃ دینے کا عادی بن جائے گا اور اپنے نفس سے بخل کو دور کرے تو یہ اسکے لئے نافع ہے۔

مگر ان مصالح کے ساتھ ساتھ اہم ترین مصلحت اور زکوٰۃ کی روح عبادت ہے اگر چہ بعض حضرات جو جدید نظام معیشت اور ان کے فلسفوں، اور نظام اقتصاد سے متاثر ہو کر اس روح کو نظر انداز کر کے اس کو ایک عادلانہ ٹیکس قرار دیتے ہیں جو دوسرے رائج شدہ ٹیکسوں کے مقابلے میں زیادہ مفید اور موزوں ہے لیکن یہ جان لینا انتہائی ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی اصل روح اور مصلحت عبادت الٰہی اور تقرب الی اللہ ہی ہے۔

علامہ عبد العلی بحر العلوم فرماتے ہیں:

ثم لابد فی اداء الزکاۃ من النیۃ لان الزکاۃ عبادۃ عظمیٰ احد ارکان الاسلام کالصلوۃ لا یقصد منھا الا الثواب فلا بد من النیۃ (رسائل الارکان ص ۱۶۶)

ترجمہ: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے نیت بہت ضروری ہے اس لئے کہ زکوٰۃ ایک عظیم عبادت ہے اور نماز کی طرح ارکان اسلام میں داخل ہے جس سے صرف ثواب کا قصد کیا جاتا ہے اور اس کے لئے نیت ضروری ہے۔

مفکر اسلام علامہ ابوالحسن علی الندویؒ بھی زکوٰۃ کے بنیادی مصالح پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''یہ روح ہے عبادت اور تقرب الی اللہ کی اس طرح وہ اس کا بنیادی مقصد اور اصل مصلحت و حکمت کو نظر انداز کر دیتے ہیں یعنی نفس کو بخل، خود غرضی انانیت، فقراء کی حق تلفی اور قلب کی قساوت سے پاک صاف کرنا اللہ تعالیٰ کی مقبولیت و رضا حاصل کرنا اور فقراء و ضعفاء کی دلداری اور ہمدردی کے نتیجہ میں مال میں پاکی اور نورانیت اور خیر و برکت

۵۷ پر

کا ظہور۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہتمام وتاکید کے ساتھ اس بنیادی مصلحت اور حقیقی فائدہ کا ذکر فرمایا ہے اور سب سے زیادہ زور اسی مرکزی نقطہ پر دیا ہے۔

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بھا (سورۃ التوبہ ۱۰۳)

آپ انکے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے اسکے ذریعہ سے آپ انہیں پاک وصاف کردینگے۔ (ارکان اربعہ ص ۱۵۵-۱۵۶)

زکوۃ اور دیگر ٹیکسوں میں فرق:

دنیا بھر میں جتنی حکومتیں قائم ہیں ماہرین اقتصادیات نظام مملکت کو چلانے کے لئے مختلف اقسام کے ٹیکس کے نفاذ کو اہم اور بنیادی ضرورت قرار دیتے ہیں اگرچہ ظاہرا ان کا نفاذ سبز باغ کی طرح حسین وجمیل ہوتا ہے مگر ان ٹیکسوں کے غیر متوازن ہونے کی وجہ سے عوام الناس کو روز بروز نئی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہر دن ایک نئی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں ۔

اسلام نے نظام حکومت کو چلانے کے لئے جو نظام زکوۃ حکومتی ٹیکس کی شکل میں مقرر کیا ہے ان کا اور دیگر ٹیکسوں کے مابین ایک نمایاں فرق ہے۔

علامہ ابوالحسن علی ندویؒ اس بنیادی فرق کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

زکوۃ اور ان ٹیکسوں کے درمیان جو شخص سلطنتوں میں یا نئے زمانہ کے جمہوری اور عوامی حکومتوں میں نظر آتے ہیں ایک نمایاں اور بنیادی فرق جو اس کے اثرات ونتائج پر پورے طور پر اثر انداز ہے وہ اس کی شرعی ساخت اور حیثیت ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے بلیغ و معجزانہ الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا:

توخذ من اغنیائھم و ترد علی فقرائھم ان کے دولت مندوں سے لیا جائے اور ان کے غربا میں تقسیم کیا جائے یہ زکوۃ کی وہ شرعی حیثیت ہے جو عہد اول میں نظر آتی ہے اور جو قیامت تک برقرار رہنی چاہیے اور ان اغنیاء سے لے کر ان مصارف میں صرف کی جائے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں.........

اس کے برعکس جو ٹیکس موجودہ حکومتوں میں لگائے جاتے ہیں وہ زکوۃ کی عین ضد ہیں یہ ٹیکس (خواہ ظالمانہ ہوں یا عادلانہ کم ہوں یا زیادہ) زیادہ تر متوسط طبقہ اور غرباء سے وصول کئے جاتے ہیں اور اغنیاء وامراء کی طرف لوٹا دیئے جاتے ہیں۔ (ارکان اربعہ ص ۱۶۶، ص ۱۶۷)

اسلامی نظام ٹیکس بصورت زکوۃ سے جو مال حاصل ہوتا ہے اس سے فقیر، بے بس اور بھوکے شخص کا پیٹ بھر جاتا ہے اس کو کپڑے مہیا ہو جاتے ہیں اس کے بیمار بچے، بیوی اور والدین کو دوائی مل جاتی ہے ان بے سہارا اور غرباء لوگوں کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کیلئے کچھ مہلت مل جاتی ہے، بخلاف مروجہ ٹیکسوں کے کہ انکا مصرف زکوۃ کے مصرف کی

بالکل ضد ہی ہے۔

اور حضرت مولاناؒ آگے لکھتے ہیں: یہ دولت جو کسانوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی اور مزدوروں، کاریگروں اور تاجروں پر لگائے ہوئے ٹیکسوں سے حاصل ہوتی ہے بڑی سخاوت، بلکہ بیدردی اور بے رحمی کے ساتھ صدور مملکت اور بیرونی مہمانوں کے استقبال اور انکے شاہانہ اور پر تکلف ضیافتوں پر (جن کو دیکھ کر الف لیلہ کے خیالی قصے یاد آ جاتے ہیں) بیرونی ملکوں کے سفارت خانوں کی شاندار کاکٹیل پارٹیوں پر جن میں شراب پانی کی طرح بہائی جاتی ہے، حکومتوں کی پروپیگنڈہ مشنری پر جس کا کام عوام کی دولت کو لوٹنا اور انکا خون چوسنا ہے، غیر ملکی صحافیوں، نیوز ایجنسیوں اور ریڈیو ٹی وی کے اناؤنسروں پر جن کا مقصد جھوٹی خبریں گھڑنا، بے گناہوں پر الزام لگانا اور اپنے دشمنوں کو گالی دینا اور ہر وقت برا بھلا کہنا ہے اور انکے اخباروں پر جن کو آج کل فوجوں اور ہتھیاروں سے زیادہ مفید اور کارگر سمجھ لیا گیا ہے خرچ کی جا رہی ہے اور اس دولت کا سب سے بڑا مصرف ان ہی چیزوں کو سمجھ لیا گیا ہے۔ (ارکان اربعہ ص ۱۶۷)

مختصر الفاظ میں اس فرق کا خلاصہ یہ ہے کہ زکوۃ اللہ تعالیٰ نے مالدار، صاحب ثروت پر فرض کیا ہے تاکہ زکوۃ کے ذریعے حاصل شدہ مال کو غرباً اور فقرأ میں تقسیم کیا جائے جبکہ مروجہ ٹیکس فقرأ اور غرباً سے لے کر امرأ اور مالدار لوگوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔

<u>مالدار کون ہے:</u>

اسلامی فلسفہ زکوۃ کے مطابق زکوۃ مالدار سے وصول کر کے غرباء میں تقسیم کیا جائے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ مالدار کون ہے؟ تو شریعت مقدسہ میں غنی کی تین قسمیں ہیں، محشی ابی داؤد مولانا فخر الحسن گنگوہی نے محیط کے حوالے سے لکھا ہے کہ

الغنی ثلثة انواع غنی یوجب الزکاة وما هو مالک نصاب حولی نام، وغنی تحرم الصدقة ویوجب صدقة الفطر و الاضحیة وهو ما یبلغ قیمة نصاب من الاموال الفاضلة عن حاجته الاصلیة وغنی، یحرم السوال دون الصدقة وهو ان یکون له قوت یومیة وما یستر عورته۔ (حاشیہ ابی داؤد ص ۲۳۱ ج ۱ باب من یجوز له اخذ الصدقة۔)

ترجمہ: غنی کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ غنی جس پر زکوۃ واجب ہے وہ ہے جو نصاب کا مالک ہو اور اس پر ایک سال گزر چکا ہو۔ (۲) دوسرا وہ غنی ہے جسکے لئے صدقہ لینا حرام ہو اور اس پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہو وہ ہے جس کے پاس نصاب کے مطابق حوائج اصلیہ کے علاوہ دیگر اموال ہوں۔ (۳) تیسرا غنی جس کیلئے سوال کرنا حرام ہو وہ ہے جسکے پاس ایک دن کا کھانا اور ستر چھپانے کے لئے کپڑا ہو۔ اسلئے ملا علی قاری فرماتے ہیں من ملک مائتی درهم محرم علیه اخذ الصدقة عند ابی حنیفة (بحوالہ حاشیہ ابی داؤد ص ۲۳۱ ج ۱ باب من یجوز له)

نصاب زکوٰۃ:-

انسان درحقیقت اللہ تعالیٰ کا غلام ہے اور اصولی طور پر غلام کے ہاتھ میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ آقا ہی کا ہوتا ہے‘ آقا اس مال کو خرچ کرنے یا اسے اپنی ملکیت میں رکھنے کا مجاز ہوتا ہے‘ غلام کو اسمیں چوں و چرا کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ایسا کریم آقا ہے کہ وہ اپنے غلام سے نہ تو سارے مال کا مطالبہ کرتا ہے اور نہ ہی ثلث یا ربع کا اور نہ یہ حکم دیتا ہے کہ آپکے پاس مال کم ہو یا زیادہ مگر تم اس سے اتنی مقدار زکوٰۃ ادا کرو بلکہ اس کیلئے ایک مقدار نصاب مقرر فرمایا ہے کہ جب تمہارے پاس اتنی مقدار تک مال پہنچ جائے تو اسمیں سے اتنی مقدار زکوٰۃ کی نیت سے ادا کرنا‘ اور وہ بھی بہت کم مقدار فرض کیا ہے مال چونکہ مختلف انواع ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کیلئے مختلف نصاب مقرر کئے ہیں مقدار زکوٰۃ ونصاب ہر دور کے لئے ہے: اور ساتھ ہر نوع کا ایک ایسا نصاب مقرر کیا ہے جس سے متوسط طبقے کا آدمی پورا سال اپنے اہل خانہ کی کفایت کرسکتا ہے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ یہ تمام نصابات اس لئے مقرر کئے گئے تھے کہ یہ نصابات ایک متوسط درجے کے گھرانے کے لئے سال بھر کی ضرورت کے لئے کافی ہوتے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ یہ تمام نصابات سونے کے نصاب سے مساوی تھے ان کا مالک اس لئے غنی کہلاتا تھا۔ (حجۃ اللہ البالغۃ) اس مقدار کے مطابق جملہ اموال میں نصابات کا تقرر اس لئے تھا کہ دنیا میں مختلف قسم کے لوگ بستے ہیں بعض صاحب ثروت اور مالدار ہوتے ہیں ان کے پاس بہت سارا مال و دولت ہوتا ہے جبکہ بعض متوسط الحال ہوتے ہیں ان کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا جو طبقہ اولی کے برابر ہو مگر اپنے گزارہ حال سے زیادہ ہوتا ہے اور بعض بالکل فقیر اور نادار ہوتے ہیں ان کے پاس گزارہ حال کے لئے بھی کچھ نہیں ہوتا وہ اپنے گزارہ حال میں بھی محتاج ہوتے ہیں۔

اسی طرح ان لوگوں کے طبائع بھی مختلف ہوتے ہیں‘ بعض کی طبیعت از حد سخی اور ایثار وقربانی والی ہوتی ہے جبکہ بعض بالکل بخیل اور کنجوس ہوتے ہیں ان کے ہاں قاعدہ کلیہ یہ ہوتا ہے کہ چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے۔ اور بعض لوگوں کی طبیعت میں نہ تو اتنی سخاوت ہوتی ہے کہ سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور نہ اتنی کنجوسی کہ ایک روپیہ بھی اللہ کی راہ میں نہ خرچ کرسکے۔

ان مختلف الحال طبائع کے لئے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا ایک ایسا نصاب مقرر کیا جو ہر طبقہ اور ہر دور کے لئے مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت اور مصلحت کے تحت ہر مال میں ایک متعین نصاب مقرر کیا ہے۔

امام شاہ ولی اللہؒ اس مقدار نصاب اور ان میں مقدار زکوۃ کی حکمت بیان کرتے ہیں: ثم مست الحاجة الى تعيين مقادير الزكوٰة اذ لو لا التقدير لفرط المفرط و لاعتدى المعتدى ويجب ان تكون غير يسيرة لا يجدون بها بالاً و لا تنجح من بخلهم و لا ثقيلة يعسر عليهم اداؤها والى تعيين المدة التي تجبى فيها الزكوات ويجب الاتكون قصيره يسرع

دور انها فتعسر اقامتها فيها و الا تكون طويلة لا تنجح من بخلهم و لا تدر على المحتاجين و الحفظة الابعد انتظار شديد و لا اوفق بالمصلحة من ان يجعل القانون في الجباية ما اعتاده الناس في جباية الملوك العادية من رعاياهم لان التكليف بما اعتاده العرب و العجم و صار كالضروري الذي من لا يجدون في صدورهم حرجاً منه و المسلم الذي اذهبت الالفة عنه الكلفة اقرب من اجابة القوم و اوفق للرحمة بهم۔ (حجة الله البالغة ۱۰۲/۲)

پھراس کی ضرورت ہوئی کہ زکوۃ کی مقدار مقرر کردی جائے اس لئے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا ہوتا تو اس سے بہت افراط وتفریط اور حدود سے تجاوز کا خطرہ تھا کیونکہ یہ مقدار نہ اتنی کم ہونی چاہیے کہ ان کو اس کا کوئی اثر ہی محسوس نہ ہو اور ان کے بخل کا کوئی علاج ہی نہ ہو سکے نہ اتنی زیادہ ہونی چاہیے کہ اس کا ادا کرنا مشکل ہو جائے' اسی طرح زکوۃ کی مدت کا بھی معاملہ ہے نہ یہ مدت اتنی مختصر مناسب تھی کہ بار بار زکوۃ ادا کرنے کی نوبت آتی نہ اتنی طویل کہ بخیلوں کو پوری چھوٹ مل جاتی اور محتاجوں اور ضرورت مندوں کا کوئی بھلا ہی نہ ہوسکتا مناسب یہی تھا کہ اس کا ایسا قانون بنا دیا جائے تاکہ جس طرح عام طور پر بادشاہ اپنی رعایا کے لئے ٹیکس کی حد مقرر کر دیتے ہیں اس لئے کہ عرب وعجم سب اس کے عادی ہیں اور اسے ایک ناگزیر چیز سمجھتے ہیں اور ان کے احساس کو اس سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی خاص طور پر مسلمان جو کلفت کے بجائے الفت کا عادی اور خوگر ہے اس حکم کی تابعداری میں سب سے پیش پیش ہوں گے۔

شاہ صاحب کے بیان سے واضح الفاظ کے ساتھ پتہ چلتا ہے کہ نصاب زکوۃ اور اوقات ادائیگی میں سب کا خیال رکھا گیا ہے کہ نہ امیر کے سر پر بوجھ ہو کہ وہ کہیں ادا کرنے سے قاصر ہوکر اس فریضہ سے روگردانی ہی شروع کردے اور نہ فقیر کے لئے باعث تکلیف ہو کہ وہ اپنے حوائج کی تکمیل کے لئے در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرے اور اس کی حاجت کی تکمیل نہ ہو سکے بلکہ ایسا راہ اعتدال اختیار کیا گیا کہ نہ امیر پر بوجھ ہو بلکہ وہ اسے خوشی سے ادا کرے اور نہ فقیر کے لئے باعث تکلیف ہو بلکہ اس کی ضرورت مندی بروقت پوری ہو جائے۔

<u>سونے کا نصاب:-</u> لہٰذا اموال میں سب سے بنیادی مال سونا ہے۔ اسلئے کہ دور اول سے لے کر آج تک عالمی منڈیوں میں خرید وفروخت کا اساسی عنصر سونا ہی رہا ہے۔ اسکے نصاب کے بارے میں علامۃ جمال الدین الزیلعیؒ نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ ليس فيما دون مائتي درهم شئي و لا فيما دون و في عشرين مثقالاً من الذهب شئي و في المائتين خمسة دراهم عشرين مثقالاً ذهبا نصف مثقال۔ (نصب الراية ۳۶۹/۲ فصل في الذهب)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ چاندی کے دوسو درہم اور سونے کے بیس مثقال سے کم میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔ دوسو میں پانچ درہم اور بیس مثقال سونے میں نصف مثقال زکوٰۃ واجب ہے۔

۲۔ عن علی وفی روایۃ له: ولیس علیک شئی یعنی فی الذھب حتی یکون لک عشرون دینارا فاذا کانت لک عشرون دینارا و حال علیها الحول ففیها نصف دینار فما زاد فبحساب ذلک الخ۔ (تلخیص الخبیر ۱۷۳/۲ رقم ۸۵۱۔ باب زکوٰۃ الذھب و الفضه۔) ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ پر سونے میں کوئی شئے واجب نہیں حتیٰ کہ بیس دینار ہو جائے اور اس پر سال گذر جائے اس میں نصف دینار زکوٰۃ دینا لازم ہے اور جتنا زیادہ ہوگا تو اسکے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ سونے میں وجوب زکاۃ کے لئے بیس مثقال جو موجودہ دور کے حساب سے ساڑھے سات تولہ (سونا) بنتے ہیں۔معیار مقرر ہے کہ جب کسی کے پاس اتنا سونا ہو اور اس پر سال گذر جائے تو اس پر نصف مثقال سونا یا اس کی قیمت دینا واجب ہے۔

چاندی کا نصاب:- چاندی کا نصاب بھی خود آنحضرت ﷺ نے مقرر کیا ہے۔امام جمال الدین الزیلعیؒ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ عن محمد بن عبد الله بن جحش عن رسول الله ﷺ انه امر معاذ بن جبل رضی الله علیه حین بعثه الی الیمن ان یاخذ من کل اربعین دینارا دینارا و من کل مائتی درھم خمسة دراھم ولیس فیما دون خمسة اوسق صدقة ولا فیما دون خمس ذود صدقة ولیس فی الخضروات صدقة۔ (نصب الرایة ۳٦٤/۲ باب زکاۃ الفضة)

ترجمہ:- محمد بن عبداللہ بن جحشؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو اس وقت حکم دیا جب آپ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے کہ چالیس دینار میں ایک دینار اور دوسو درہم میں پانچ درہم زکوٰۃ وصول کریں ۔پانچ وسق سے کم میں کوئی صدقہ نہیں اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے اور نہ سبزیوں میں کوئی صدقہ واجب ہے۔

۲۔ عن علی قال: قال رسول الله ﷺ لیس فی مائتی درھم شئی حتی یحول علیها الحول فاذا حال علیها الحوال ففیها خمسة دراھم (نصب الرایة ۳٦٥/۲ باب زکوٰۃ الفضة) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوسو درہم پر اس وقت تک کوئی صدقہ لازم نہیں جب تک اس پر سال نہ گذر جائے سال کے بعد اس میں پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہے۔ (......جاری ہے......)

ادارہ

افکار و تاثرات ___ قارئین بنام مدیر

پاکستان بچائیں: میری عمر 83 برس ہے مختلف امراض کا بھی شکار ہوں تاہم میں سچا اور پکا پاکستانی مسلمان ہونے کے ناطے وطن عزیز کو تباہی کی طرف لے جانے والے منصوبوں پر عمل درآمد کو دیکھ کر برداشت نہیں کرسکتا۔ پاکستان نہ بنتا تو ہماری حالت کشمیر اور گجرات کے مسلمانوں سے بدتر ہوتی۔ خودغرضی، نااتفاقی اور بے حیائی وہ عناصر ہیں جو اسپین کے مسلمانوں کے زوال کا سبب بنے۔ موجودہ حکومت خودغرض اور ملک کی سیاست کی سالمیت کو داؤ پر لگا رہی ہے، حکمران پاکستانی خزانے سے مراعات وتنخواہ حاصل کرکے واشنگٹن کے فیصلوں پر بحیثیت امریکی وائسرائے عملدرآمد کر رہے ہیں، صدر پاکستان کی زبان حال وقال میں تضاد ہے۔ پاکستان میں نجکاری اور اپنے املاک عیسائی یہودیوں کے حوالہ کرنا ملک کے ساتھ غداری کے مترادف ہے۔ کوآپریٹو فارمنگ واشنگٹن کا منصوبہ ہے۔ ملک عزیز اور افغانستان میں عیسائی مشنریوں کی یلغار شروع ہوچکی ہے۔ پاکستان کو بچائیں ورنہ یہاں بھی مشرقی تیمور دہرایا جائے گا۔ امریکی کمپنیاں یہاں پر اسرائیلی بستیاں تعمیر کرکے پاکستانیوں کا جینا حرام کردیں گی۔ مغربی تہذیب وتعلیم نئی نسل کو اسلام سے بیزاری کی طرف لے جارہی ہے۔ براہ کرم ہر ملنے والے لیڈر کو غیرت مند مسلمان بنانے کی کوشش کیجئے گا۔

(حاجی عبدالرازق۔ ملتان خورد۔ تلہ گنگ)

مخلوط تعلیم: مشرف صاحب ہمارے ملک میں مخلوط طرز تعلیم رائج کرنے کا لائحہ عمل بنا رہا ہے۔ یہ کوشش سراسر نظریہ اسلام سے متصادم ہے۔ مغرب میں مخلوط تعلیم کے جو مہلک اثرات مرتب ہوئے ہیں انہیں دھرانے کی ضرورت نہیں۔ حکومت کی سطح پر سکولوں میں میوزک پریڈ جاری کرنے کا بھی سوچا جارہا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہر شخص پر اس کے خلاف آواز بلند کرنا لازمی ہے۔ (دردمند حوا کی بیٹیاں)

قرآنی آیات واحادیث کی لاشعوری بے ادبی: اخبارات ورسائل میں مختلف صفحات پر قرآنی آیات احادیث اور اسلامی تعلیمات شائع کئے جاتے ہیں بعض اوقات صفحہ کے ایک جانب آیات واحادیث اور دوسری جانب فلمی اشتہارات وخرافات ہوتے ہیں۔ اس طرح غیر شعوری طور پر بے ادبی وگستاخی ہوتی ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ قرآنی آیات واحادیث وغیرہ شائع کرنے کے لئے اخبارات ورسائل ایک مخصوص صفحہ مقرر کرے۔ خواہ چوتھائی صفحہ کیوں نہ ہو جس کے دونوں جانب یہی جواہر پارے ہوں اور ایسے صفحہ کی پیشانی پر واضح نوٹ لکھا جائے کہ ادب واحترام ملحوظ

رہے۔ اس طرح ہم لاشعوری گستاخی و بے ادبی سے بچ سکیں گے۔ (ایک بندہ خدا)

عملیات اور رجوع الی اللہ کی ضرورت: امت مسلمہ کے موجودہ حالات کسی پر مخفی نہیں ہیں، ظلم و ستم کے لامتناہی دلدل میں ہم پھنستے جارہے ہیں ہمارے مدمقابل ہمارے خلاف ہر قسم کے ہتھیار و ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔ ان حالات میں ہمیں اپنے دفاع و حفاظت اور دشمنوں کی ہلاکت کیلئے ہر جائز طریقہ اختیار کرنا ہوگا اس سلسلہ میں ایک طریقہ دعا و عملیات کا بھی ہے جو کہ نہایت توجہ طلب ہے مولانا اشرف علی تھانویؒ اور دیگر اکابرین کی کتب میں کئی عملیات ایسے حالات میں اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہیں ہمیں ان حالات میں تیاریوں کیساتھ دعا و عملیات اور رجوع الی اللہ پر بھی توجہ مرکوز کرنی ہوگی۔ (ادنیٰ مسلمان)

گجرات کی ریاستی دہشت گردی اور عالمی بے حسی

(۱) اس وقت گجرات کے پناہ گزین کیمپوں میں بیالیس ہزار بچے ایسے ہیں جو کہ ذہنی طور پر مفلوج ہیں۔ جن کے سامنے انکے ماں باپ کے ٹکڑے کئے گئے۔ حاملہ ماؤں کے پیٹ چیرے گئے۔ ماؤں اور بہنوں کی عصمت دری کرنے کے بعد ان کو زندہ جلادیا گیا۔ یہ بچے خوف کے مارے رات کو سو نہیں سکتے۔ (نیشن ۱۴ مئی)

(۲) بمبئی ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ جج مسٹر پی بی ساونت نے جو کہ تحقیقاتی کمیشن کے ممبر ہیں کہا ہے کہ فسادات کی تیاری پچھلے چھ ماہ سے جاری تھی۔ اس فساد میں صوبائی وزراء، پولیس اور بنیاد پرست ہندو رہنما شامل تھے (ڈان ۵-۱۵)

(۳) پناہ گزین کیمپوں سے مسلمانوں کو ان کے گھر واپس آنے کے لئے ہندوؤں نے یہ شرائط رکھیں کہ داڑھیاں صاف کرائے، ماتھے پر ہندو تلک لگائیں۔ دھوتی پہنیں، حرام گوشت کھائیں اور ہندو مذہب اختیار کریں۔ (نیشن)

(۴) کئی ماہ گزر چکے ہیں مگر مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے روزانہ مسلمانوں کے شہید ہونے کی خبریں آرہی ہیں

(۵) محمد علی صدیقی کا مضمون شائع ہوا ہے جس میں لکھتے ہیں کہ یورپی یونین اور دیگر عیسائی ممالک نے گجرات کے فسادات پر تشویش اور افسوس کا اظہار کیا ہے مگر کسی مسلمان ملک اور اسلامی ممالک کی تنظیم کو یہ توفیق نہیں ہوئی۔ (ڈان ۳ مئی)

(۶) برہان الدین حسن کا مضمون ''دی نیوز'' میں شائع ہوا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ کسی اسلامی ملک نے گجرات میں مسلمانوں کے قتل عام پر احتجاج نہیں کیا۔ یہ ہندوستان کا داخلی معاملہ نہیں بلکہ انسانیت کی ٹریجڈی ہے۔
(دی نیوز ۵/۱۵)

(۷) عرفان حسین اپنے کالم میں امریکہ سے ایک خط کا ذکر کرتے ہیں جس میں تحریر ہے کہ فلسطینیوں کے قتل پر جو مظاہرے اور احتجاج ہوتے ہیں مگر گجرات میں مسلمانوں کے قتل عام پر کسی بھی اسلامی ملک میں ہندوستان کے

سفارتخانہ پر مظاہرہ نہیں ہوا۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں کی جانیں بے وقعت ہیں۔

دہشتگردی کے خلاف متحدہ جدوجہد کا یہ عجیب وغریب اور قابل نفرین پہلو ہے کہ اگر مسلمانوں کیخلاف دہشتگردی کا ارتکاب کیا جاتا ہے تو اس پر عالمی ضمیر تو ایک طرف رہے تمام مسلم حکومتیں بھی بے حسن ہو چکی ہیں کہ مسلمانوں کیخلاف جونسل کشی کی کاروائی ہو رہی ہے اس پر ناگواری ہی کا اظہار کر سکیں۔ ہم سب کا دینی، اخلاقی اور انسانی فرض ہے کہ جہاں کہیں بھی جس انداز میں ہو سکے اس گھناؤنے جرم، ظلم، ناانصافی اور اس میں حکومت کے تمام اداروں کی شرکت کی بات زیادہ سے زیادہ لوگوں اداروں اور اخباروں تک پہنچائیں۔ ورنہ ہماری اس بے حسی کے ہم جوابدہ بھی ہوں گے اور آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔ (ماخوذ از خط: محمد تقی رفیع۔ اسلامک انسٹیٹیوٹ آف میڈیا ریسرچ)

بقیہ: صفحہ نمبر ۴۵ سے

لڑے گا۔ ناٹو اور دیگر عالمی تنظیمات نے ایران، عراق اور شمالی کوریا کے خلاف کاروائی کے امریکی اعلان پر سخت اعتراض اور برہمی کا اظہار کیا تھا، ایران کو اقوام عالم میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔

1979ء کے انقلاب ایران کے بعد سے اس کا امریکہ کے ساتھ تعلقات کشیدہ چلے آرہے ہیں، تاہم دنیا کے دیگر ممالک حتیٰ کہ امریکہ کے قریبی حلیف جن میں انگلینڈ اور کینیڈا بھی شامل ہیں ایران کے بارے میں اس قسم کا رویہ نہیں رکھتے جیسا کہ امریکہ نے اپنایا ہوا ہے۔

سعودی نوجوان امریکہ کے اسلامی ممالک کے بارے میں سخت جذبات کو بھی ناپسند کرتے ہیں، اگرچہ امریکہ کا یہ موقف ہے کہ بقول اس کے وہ اسلام کے خلاف نہیں بلکہ اسلام کا نام لے کر دہشت گردی کرنے والوں کے خلاف ہے۔

11 ستمبر 2001ء کے بعد امریکہ اور اسلامی دنیا میں محاذ آرائی کی جو لہر چلی ہے اس کا اختتام یا حل کیا ہو گا کسی کو کچھ پتہ نہیں امریکی اقدام کا ردعمل کیا ہو گا، اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ 11 ستمبر کے واقعہ کو سال ہونے کو ہے تاہم امریکی حکام 11 ستمبر سے بدترین اقدام کی توقع رکھتے ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ اب یہ دنیا کس رخ بیٹھے گی؟

مراسلہ نگار حضرات اپنے مضامین میں صاف اور صفحہ کی ایک طرف لکھ کر بھیجا کریں

موتمر المصنفین کی نئی پیشکشیں

خطبات حق

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

اصلاحی، علمی و دعوتی اور تعلیمی خطبات و تقاریر کے نہایت عالمانہ مجموعہ علم و عمل، عروج زوال دین اور شریعت کے ہر پہلو پر حاوی ارشادات

مرتبہ : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

صفحات ۴۵۰ قیمت :-/۱۵۰

اسلام کا نظام اکل و شرب و فلسفہ حلال و حرام

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

امام ترمذی کی جامع السنن یعنی ترمذی شریف کے ابواب الاطعمۃ والاشربۃ کی نہایت موثر، دلنشین شرح، جدید عصری معلومات کی روشنی میں اسلام کے نظام اکل وشرب کے منفرد خصوصیات اور اسلام کے فلسفہ حلال وحرام پر اچھوتے انداز میں بحث۔

ضبط و ترتیب : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

صفحات: ۴۵۰ قیمت -/۲۰۰روپے

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

جلسہ دستار بندی وتقریب ختم بخاری شریف

مورخہ ۲۶ستمبر ۲۰۰۲ءکو طے شدہ پروگرام کے مطابق دارالعلوم حقانیہ میں تقریب ختم بخاری شریف اور جلسہ دستار بندی کا انعقاد ہوا۔حسب روایت اس سال بھی اسی مبارک تقریب میں ہزاروں افراد نے شرکت کی بلکہ ایک محتاط اندازے کے مطابق حاضرین کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہوگئی تھی۔اس موقع پر ۶۰۰ سے زائد فضلاء اور حفاظ کرام کی دستار بندی ہوئی اس دفعہ سیکورٹی کا انتظام دارالعلوم کے طلباء نے خود سنبھال رکھا تھا اور انہوں نے اپنی ڈیوٹی انتہائی احسن طریقے سے انجام دی۔

نماز ظہر کے بعد باقاعدہ تقریب کا آغاز ہوا سب سے پہلے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پر سیر حاصل خطاب فرماتے ہوئے فضلاء کو اپنی نئی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے تیار رہنے کی تلقین کی۔ اس تقریب کو بین الاقوامی سطح پر کوریج دینے کے لئے عالم عرب کے مشہور ٹی وی چینل الجزیرہ اور دیگر ٹی وی چینلز کے نمائندے آئے تھے۔جس نے اس تمام جلسہ کی رپورٹنگ کی اور بھرٹی وی پر اس کو نمایاں انداز میں پیش کیا۔علاوہ ازیں دیگر غیر ملکی شخصیات اور اہم افراد بھی بطور خاص اس جلسہ میں شرکت کے لئے اکوڑہ خٹک تشریف لائے تھے۔جس میں نمایاں طور پر عراقی سفیر اپنے وفد کے ہمراہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے تھے۔علاوہ ازیں ملک کے دیگر بڑے بڑے شہروں کراچی، لاہور، ملتان، بلوچستان سے بھی جید علماء بھی تشریف لائے تھے۔جن میں مولانا فداالرحمان درخواستی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔انتخابات کی مناسبت سے این حلقہ این اے 6 سے نامزد امیدوار مولانا حامد الحق حقانی اور صوبائی اسمبلی کے امیدوار مولانا مجاہد خان صاحب نے بھی خطاب کیا۔

دارالعلوم کے سالانہ امتحانات

مورخہ ۲۱ ستمبر ۲۰۰۲ءکو دارالعلوم کے زیر اہتمام تمام درجات کے سالانہ امتحانات ہوئے۔یہ امتحانات ۲۱ ستمبر سے لے کر ۲۵ ستمبر تک جاری رہے۔جس میں طلبہ نے انتہائی نظم ونسق کا مظاہرہ کیا اور اساتذہ کرام کی ہدایات کے مطابق بھرپور محنت کی اسکے بعد وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر انتظام امتحانات مورخہ ۲۸ ستمبر ۲۰۰۲ کو شروع ہوئے۔اور ۲ اکتوبر تک جاری رہنے کے بعد بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئے۔حسب سابق امسال بھی ایام تعطیل میں مولانا سیف اللہ صاحب دورہ میراث پڑھا رہے ہیں۔

دار العلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال ۱۴۲۳ھ۔ ۳/۲۰۰۲ء کے داخلوں کا شیڈول

درس نظامی

درجات	ایام	تاریخ
دورہ حدیث	پیر	۱۶ دسمبر بمطابق ۱۱ شوال ۱۴۲۳ھ تا ۲۴ دسمبر بمطابق ۱۸ شوال
دورہ حدیث	منگل	۱۷ دسمبر بمطابق ۱۲ شوال ۱۴۲۳ھ تا ۲۴ دسمبر بمطابق ۱۹ شوال
موقوف علیہ	بدھ	۱۸ دسمبر بمطابق ۱۳ شوال
درجہ تکمیل، سادسہ	جمعرات	۱۹ دسمبر بمطابق ۱۴ شوال ۱۴۲۳ھ
درجہ خامسہ	ہفتہ	۲۱ دسمبر بمطابق ۱۶ شوال ۱۴۲۳ھ
درجہ رابعہ	اتوار	۲۲ دسمبر بمطابق ۱۷ شوال ۱۴۲۳ھ
درجہ ثالثہ۔ ثانیہ	پیر	۲۳ دسمبر بمطابق ۱۸ شوال ۱۴۲۳ھ
اولیٰ، متوسطہ، اعدادیہ	منگل	۲۴ دسمبر بمطابق ۱۹ شوال ۱۴۲۳ھ
	بدھ	افتتاح ۲۵ دسمبر ۲۰ شوال ۱۴۲۳ھ

شعبہ حفظ

درجہ حفظ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں ۱۵ رمضان سے ۱۰ شوال تک دفتر اہتمام میں جمع کی جائیں گی۔ حفظ کے خواہشمند طلباء ٹیسٹ اور انٹرویو وغیرہ کیلئے ۲۸ دسمبر بروز ہفتہ صبح ۹:۰۰ کو دار العلوم حقانیہ بلائیں گے صرف وہ امیدوار درخواست دیں جو قرآن ناظرہ سے پڑھ چکے ہوں۔ عمر ۱۳ سال سے متجاوز نہ ہو۔ دو پارے پہلے سے یاد کرنے والوں کو ترجیح دی جائیگی۔

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی و الافتاء کیلئے درخواستیں ۱۶ دسمبر بمطابق ۱۱ شوال تا ۲۳ دسمبر تا ۱۷ شوال وصول کی جائیں گی۔ امتحانی ٹیسٹ ۲۴ دسمبر ۱۹ شوال ۱۴۲۳ھ بروز منگل ہوگا۔ جن میں دار العلوم حقانیہ کے فضلاء اور وفاق کے امتحان میں کم از کم جید جداً حیثیت حاصل کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ نیز اردو، عربی زبانوں پر بھی مکمل عبور حاصل ہو۔

نوٹ:

(۱) درجہ متوسطہ میں وہ طلباء داخلہ لیں گے جو کہ ساتویں جماعت پاس ہو۔

(۲) ہجری مہینے یعنی شوال کی تاریخوں میں اگر ردوبدل ہوا تو عیسوی یعنی دسمبر کے درج شدہ تاریخوں کا اعتبار ہوگا۔

دار العلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز

ان شاء اللہ دار العلوم کے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء بمطابق ۲۰ شوال ۱۴۲۳ھ بروز بدھ ہوگا

مولانا محمد ابراہیم فانی
ماہنامہ بینات کراچی
و مولانا حافظ محمد عرفان الحق

تعارف و تبصرہ کتب

تفسیر صفوۃ البیان (۲ جلد)　　ترتیب: شیخ التفسیر حضرت مولانا سید صفوۃ اللہ حقانی صاحب مدظلہ

ضخامت: ۸۷۲ صفحات　　قیمت۔ ۴۰۰/- روپے　　فون: ۶۱۴۴۳۲

ناشر:　دارالعلوم ہاشمیہ شارع آغا صاحب چمن، بلوچستان

زیر تبصرہ علمی شاہکار، دارالعلوم حقانیہ کے مایہ ناز فاضل اور عظیم علمی و روحانی خانوادے کے چشم و چراغ حضرت مولانا سید صفوۃ اللہ حقانی صاحب زیدہ مجدہ کی عربی تفسیر ہے جسمیں آپ نے انتہائی عرقریزی سے اس بحر ناپید کنار میں غواصی کر کے ایسے جواہر آبدار برآمد کئے ہیں جسکی روحانی حسن سے عقل و خرد کی نگاہیں منور ہو جاتی ہیں۔ مولانا موصوف نے مختلف عربی اور اردو تفاسیر کا نچوڑ اور عطر کشید کر کے یہ بیش بہا تفسیر مرتب کی ہے۔ جن تفاسیر سے اس تفسیر میں استفادہ کیا گیا ہے ان میں تفسیر روح المعانی، تفسیر خازن، تفسیر المنیر، تفسیر ابوسعود، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری، تفسیر قرطبی، تفسیر روح البیان، تفسیر بحر محیط، تفسیر بیضاوی، تفسیر السراج المنیر، تفسیر صاوی، تفسیر کبیر، تفسیر کشاف، تفسیر نظم الدرر، تفسیر معارف القرآن، تفسیر بیان القرآن، تفسیر درمنثور، تفسیر سمرقندی، تفسیر جمل تفسیر احمدیہ، تفسیر مدارک، تفسیر منار، فوائد عثمانیہ، تفسیر الفرقان، تفسیر المراغی اور صفوۃ التفاسیر زیادہ مشہور ہیں، علاوہ ازیں اپنے اساتذہ و شیوخ کے تفسیری نکات بھی اسمیں شامل ہیں، جن میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصوری قدس سرہ، علامہ عبدالحلیم صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور اپنے والد حضرت مولانا عبدالمتکبر نقشبندیؒ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔...... فاضل مفسر نے ربط الایات والسور اور ربط رکوعات جو کہ علم تفسیر کا ایک اہم موضوع ہے اس پر خاص توجہ دی ہے اور اس کیساتھ ساتھ اسکے معانی و مطالب کے فہم کی آسانی کیلئے تقدیرات بھی لگائی ہیں۔ الغرض یہ تفسیر قرآنی نکات فصاحت و بلاغت قواعد عربیہ معانیہ نحویہ صرفیہ اور حل مشکلات اور حتی المقدور بیان مقاصد قرآنیہ پر مشتمل ہے

ابتداء میں مختصر مگر ایک جامع اور پر از معلومات مقدمہ بھی ہے، جس میں تفسیر قرآن کے لئے جو مبادی اور بنیادی اصول ہیں، وہ بہترین پیرائے میں ذکر ہیں۔ ملک کے اجلہ علماء اور مشائخ کی طرف سے اسپر تقریظات اس تفسیر کی ثقاہت کی دلیل ہے۔ بلاشبہ اس کی حسین طباعت، دیدہ زیب کتابت اور مضبوط جلد بندی اس کے ناشرین کے حسن ذوق کے آئینہ دار ہیں۔ چونکہ مفسر موصوف کافی عرصہ سے رمضان شریف میں دورہ تفسیر قرآن پڑھاتے ہیں۔ اسی پس منظر میں یہ تفسیر مرتب کر دی گئی ہے اور اس لحاظ سے وہ شیوخ تفسیر جن کا رمضان میں دروہ تفسیر کا معمول ہے یا وہ ذی استعداد طلبہ جو

کہ ان تعطیلات میں دورہ تفسیر پڑھتے ہیں، ان کیلئے اس کا مطالعہ از حد مفید ثابت ہوگا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ عظیم خدمت قرآن حضرت مولانا سید صفوۃ اللہ صاحب حقانی کے لئے بہترین زادِ آخرت بنائے اور شائقین علوم قرآنیہ کیلئے ایک عظیم علمی سوغات ثابت فرمائے۔ امید ہے مفسر موصوف اس کی دوسری اشاعت میں اس کی نظر ثانی پر بھرپور توجہ دیں گے تاکہ جو پروف کی غلطیاں رہ گئی ہیں اس کی تصحیح ہو سکے۔ (م۔ا۔ف)

''فتاویٰ حقانیہ'' رسائل و جرائد کی نظر میں

فتاویٰ حقانیہ افادات: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب و دیگر مفتیان کرام

ترتیب: مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب قیمت: ۲۲۰۰/- پتہ: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

فتویٰ کے منصب جلیل کی قدر و منزلت کے لئے یہی کافی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منصب افتاء کو اپنا ذات عالی سے منسوب فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ...... (الآیۃ)

کلالۃ سے متعلق استفتاء کے جواب میں خود اللہ تعالیٰ فتویٰ صادر فرماتے ہیں، اس عظیم تر نسبت سے اس منصب جلیل کی طرح اس کی نزاکت بھی دوبالا ہو جاتی ہے، کوئی بھی مفتی جب کئی فتویٰ دیتا ہے تو گویا وہ مستفتی کو در پیش مسئلہ میں حکم الٰہی بتا رہا ہوتا ہے، اگر خدانخواستہ حقیقت میں معاملہ مفتی کے دیئے ہوئے فتویٰ کے برعکس ہو جائے تو گویا حق تعالیٰ کی طرف ایسی بات کی نسبت کر دی گئی، جو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی تھی، تو مفتی اور مستفتی دونوں کے لئے وبال کا ذریعہ ہے (ضلوا واضلوا) اس کا معنی یہ ہوا کہ فتویٰ کے بارے میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے، ہر کس و ناکس کو اس میدان میں اترنے کی جرات نہیں کرنی چاہیے، اسی طرح فتویٰ دینے میں شرعی تقاضوں سے صرف نظر کرتے ہوئے فتویٰ کی روح کو مجروح کرنا بھی سنگین جرم ہے جو مداہنت فی الدین کے زمرے میں آتا ہے، اس منصب کی اس سنگینی سے خائف ہو کر اسلاف اہل علم کی اکثریت کسی امر میں فتویٰ صدر کرنے سے 'ترایا کرتی تھی' بلکہ بعض تو فتویٰ دینے سے کلی اجتناب کیا کرتے تھے، اور سلف صالحین میں منصب افتاء کی ذمہ داری ان اہل علم کو سونپی جاتی تھی جن کے علم و عمل اور امانت دیانت پر سب کا پوری طرح اتفاق ہوتا، کیونکہ اسلاف کے ہاں کسی کے منصب افتاء پر فائز ہونے کے لئے محض صاحب علم ہونے کو کافی نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ ماضی قریب تک ہر دور میں ارباب علم سے منصب افتاء کے لئے چند ہستیاں منتخب ہوا کرتی تھیں اور انہی کی علمی رائے گرامی فتویٰ کا درجہ رکھتی تھی (جس کی ایک طویل فہرست مرتب ہو سکتی ہے)

جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ فتویٰ کے لئے صرف علم، معلومات کے ذخیرہ یا کتب کے مطالعہ اور مراجعت کو ہی قطعاً معیار نہیں بنایا جا سکتا، ورنہ درجہ بدرجہ علم کا حامل تو تقریباً ہر کوئی ہوتا ہے لہٰذا اسے منصب افتاء پر فائز ہونا چاہیے تھا، لیکن تاریخ میں آج تک ایسا نہیں ہوا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر فن کے لئے خصوصی مہارت و مشق درکار ہوتی ہے، جس کے لئے

اہل فن کی رہنمائی اوران کے عملی نمونہ کا موجود ہونا بھی ضروری ہوتا ہے' الحمدللہ کہ فتاویٰ کے اس میدان میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے ایک بہترین باب کا اضافہ کیا ہے جسے ''فتاوی حقانیہ'' کا نام دیا گیا ہے۔''فتاویٰ حقانیہ'' دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ سے جاری ہونے والے ان گرانقدر فتاویٰ پر مشتمل ہے جن میں کچھ تو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کے خودنوشت ہیں' جبکہ بعض دوسرے مفتیان کرام اوراساتذہ کرام کے تحریر کردہ ہیں' اس مجموعہ میں ایک اضافی چیز یہ دیکھنے میں آئی کہ بعض ایسے مضامین ومقالات جو ماہنامہ الحق میں شائع ہوچکے ہیں وہ بھی شامل کر کے اس فتاویٰ کا حصہ بنادیئے گئے ہیں۔فتاویٰ حقانیہ کے شروع میں فقہی مباحث پر مشتمل ایک ایسا مقدمہ لکھا گیا ہے جو بجائے خود ایک ضخیم مقالہ کی حیثیت رکھتا ہے' مقدمہ میں فقہی مباحث کے مقدمات کو حتی الوسعت احاطہ تحریر میں لانے کیساتھ ساتھ ان تمام مفتیان کرام کا تعارف بھی پیش فرمایا گیا ہے جن کے تحریر کردہ فتاوی اس مجموعہ میں درج ہوئے ہیں۔فتاویٰ حقانیہ اپنے بہترین سرورق' مناسب کاغذ اور عمدہ کتابت کا باعث حسن باطنی کے ساتھ ساتھ ظاہری دلکشی کا مظہر بھی ہے۔''فتاویٰ حقانیہ' اپنی تحقیق وتخریج اور سلاست وروانگی تحریر کے پیش نظر علماء وطلباء' وکلاء اور دینی شغف رکھنے والے عوام الناس سب کیلئے یکساں مفید ہے۔ واضح رہے کہ''فتاویٰ حقانیہ'' کی مزید افادیت اور ترتیب وتبویب سے متعلق چند ضروری گزارشات الگ جذبہ نصح وخیرخواہی کے پیش نظر براہ راست ادارہ کو ارسال کردیا گیا ہے امید ہے کہ شرف قبولیت پائیں گی' دعا ہے کہ اسے عوام و خواص کیلئے امفید اور محررین ومرتبین اور جملہ معاونین کیلئے صدقہ جاریہ بنائے۔آمین ولا زکی علی اللہ احدا۔

ماہنامہ بینات کراچی (جون ۲۰۰۲ء)

کتاب: پاکستان میں اسلام کا نظام کیسے قائم ہو؟ مولف: مولانا مہر محمد سیانوالوی

ضخامت: ۶۴ صفحات ناشر: پاکستان شریعت کونسل ضلع میانوالی

مولانا مہر محمد مدظلہ تصنیفی میدان میں جانی پہچانی شخصیت ہیں' زیرنظر کتاب دو رسائل کا مجموعہ ہے' رسالہ اول اسلامی نظام کے نام سے موسوم ہے جس کی ابتداء ایک مکتوب سے کی گئی ہے جو کہ انہوں نے سابق حکمران نواز شریف اور موجودہ حکمران پرویز مشرف کو لکھا۔وطن عزیز جو کہ نظریہ کے نام سے بننے والا واحد اسلامی ملک ہے تادم تحریر اسلامی نظام سے تہی دامن ہے بظاہر اگرچہ ہمیں آزاد ہوئے ۵۵ سال گزر چکے ہیں' لیکن درحقیقت دین دشمن اور نااہل ایجنٹوں کی وجہ سے آج بھی ہم فرنگی خول میں پڑے ہوئے ہیں رسالہ میں مولف موصوف نے اپنے قیمتی جذبات کا اظہار کیلئے دوسرے رسالہ''نظام شریعت مصطفیٰؐ نافذ کریں'' کے عنوان سے مولف نے چھپوا کر سابق حکمران جنرل ضیاء الحق مرحوم اور اسکی کابینہ کو بھیجا تھا۔رسالہ ہذا اجمالی پر جنگ آزادی کی تاریخ بیان کرنے کے بعد اسلامی نظام نافذ کرنے کیلئے مذہبی اور معاشرتی اصلاحات کیلئے تجاویز پیش کی گئی ہیں۔وطن عزیز کی بقاء وسلامتی اور ہماری ترقی کا راز فقط اسلامی نظام میں مضمر ہے۔

مرچ مسالے دار مرغّن غذا

نظامِ ہضم کی خرابی کا باعث بن سکتی ہے

نئی کارمینا لیجیے، یہ آپ کو بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن اور تیزابیت سے محفوظ رکھے گی۔

نئی کارمینا

ہاضم ٹکیاں، ہر گھر کی اہم ضرورت

ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:

www.hamdard.com.pk

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

Adarts-CAR-1/2000

کینسر کے مریضوں کیلئے خوشخبری

کینسر قابل علاج مرض ہے۔ یونانی دوا جس کے استعمال سے اب تک کئی مریض ٹھیک ہو چکے ہیں، مریض کو نسخہ لکھ دیا جاتا ہے، دوائی مفت بنا کر دی جاتی ہے، یہ اشتہار ایک ایسے بندہ خدا کی جانب سے ہے جسے خود یہ نامراد بیماری لگی تھی۔ بڑے بڑے معالجین سے علاج سرجری کروائی گئی مگر زخم روز بروز بڑھتا گیا، پھر اللہ کے ایک نیک بندے نے یہ عطا کیا اور اس کا شکرانہ یہ رکھا کہ اگر تمہیں اللہ شفا دیتا ہے تو مذکورہ طریقے سے مخلوق کی خدمت کرنا۔ اللہ کے فضل و کرم سے ایک نسخے کے استعمال سے مریض کو بے حد افاقہ محسوس کرتا ہے اور اسے امید ہو جاتی ہے کہ انشاءاللہ شفایاب ہو جاؤں گا۔

مزید معلومات کیلئے فون نمبر: 0300 9176901

ایم احمد شاہ C/o مولانا سید یوسف شاہ، جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

بلاشبہ سود کھانا اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے

خوشخبری

الاتحاد کارپوریشن ایک کاروباری ادارہ ہے جو

سود سے پاک سرمایہ کاری

کرنے کا پابند ہے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز نے فیصلہ کیا ہے کہ **اسلام آباد، راولپنڈی** اور **مضافات** میں سستی اراضی خرید کر مختلف رہائشی منصوبہ جات، نئی رہائشی کالونیز، کمرشل مارکیٹس کی تعمیر، زرعی زمینوں، فلیٹس اور مکانات کی خرید و فروخت میں سرمایہ کاری کرے اور سود کی لعنت سے چھٹکارا چاہنے والے مسلمانوں کو بھی سرمایہ کاری کا موقع بھی فراہم کیا جائے اور پہلے سے جاری شدہ منصوبہ جات میں نفع و نقصان کی بنیاد پر حصہ داری کیلئے کم قیمت کے شراکتی حصص جاری کئے جائیں۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے فیصلہ کے مطابق

کم قیمت کے شراکتی حصص

جاری کئے جارہے ہیں ۔ لہذا

حلال محفوظ اور سود کی ملاوٹ سے پاک سرمایہ کاری

شیئرز خود بھی خریدیئے اور اپنے احباب کو دعوت دیجئے!

- بنیادی طور پر کم از کم **10** شیئرز خریدنے کی درخواست دی جاسکتی ہے۔
- خواہشمند خواتین و حضرات درج ذیل پتہ سے درخواست فارم **مفت** منگوا سکتے ہیں۔
- سال کے اختتام پر مکمل حساب پیش کر کے منافع شیئر ہولڈرز میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ شرح منافع **20** سے **30** فیصد تک متوقع ہے۔
- کارپوریشن **15** دن کے اندر اندر حصص سرٹیفکیٹس جاری کرنے کی پابند ہوگی۔
- شیئرز قابل فروخت اور قابل انتقال ہونگے لیکن کارپوریشن کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔
- فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق کیا جائے گا۔

پروفیشنل اور تجربہ کار ٹاؤن پلانرز کے زیر نگرانی عظیم الشان رہائشی منصوبہ جات

اسلام آباد موٹروے سٹی جماعت اسلامی کے مجوزہ مرکز **قرطبہ سٹی** اور تعمیرِ ملت ایجوکیشن سٹی (شفا انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد) کے درمیان اور نیو انٹرنیشنل اسلام آباد ایئرپورٹ اور بین الاقوامی شاہراہ **موٹروے** کے قریب واقع ہے۔

بکنگ جاری ہے

اسلام آباد موٹروے سٹی

(خیبر بلاک)

سائز پلاٹس			
رہائشی پلاٹس	5 مرلہ	10 مرلہ	1 کنال
زرعی فارم	5 کنال	10 کنال	20 کنال

کمرشل پلاٹس

سائز 20x10	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 30 ہزار روپے
سائز 30x12	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 50 ہزار روپے

قیمت اور طریقہ ادائیگی

قیمت	ایڈوانس	ماہانہ قسط
10,000 روپے فی مرلہ	1,000 روپے فی مرلہ	100 روپے فی مرلہ
رجسٹری	کل قیمت کا نصف یکمشت ادا کرنے پر 15 دن میں رجسٹری	
نوٹ	کارنر اور ڈبل روڈ فیسنگ پلاٹ پر دس فیصد زائد قیمت	

5 مرلہ، 7 مرلہ اور 10 مرلہ کے پلاٹس پر رہائشی مکان تعمیر کر کے آسان اقساط پر فروخت کئے جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

مزید تفصیلات کے لئے:

الاتحاد کارپوریشن

7۔ دبئی پلازہ سکستھ روڈ چوک، مری روڈ، راولپنڈی
ڈرافٹ بنام اکاؤنٹ نمبر 4137-69 حبیب بنک رحمٰن آباد برانچ مری روڈ راولپنڈی

فون: 051-4581451 موبائل: 0333-5111385 ای میل: al_ittehad@hotmail.com

محمد نصیر خان مروت
چیف ایگزیکٹو

Designed by: SUTOOR Grafix: 0303 - 651 39 66